پورا دکھ اور آدھا چاند

عفت سحر پاشا

کبھی صبحدم، کبھی شام کو، کبھی رات بھر اُسے سوچنا
کہ وہ لوٹ کر کبھی آملے" یہی سوچ کر اُسے سوچنا
ہے کسے خبر کہ خدا اُسے وہیں بھیج دے' اسی راہ پر
وہ جہاں پہ آکے بچھڑ گیا، اسی موڑ پر اسے سوچنا

وہ دانت پر دانت جمائے مٹھیاں بھینچے کھا جانے والی نظروں سے سبین کو دیکھ رہا تھا۔

"احمر! سکون سے بات کرو۔ کیوں اتنا غصہ کر رہے ہو؟" امی کی سرزنش کرنے پر وہ بہت طنزیہ لہجے میں بولا۔

"ہاں...... سکون؟ اب تو یہ لفظ ایک بھولی بسری یاد بن کے رہ گیا ہے۔ جب سے یہ اس گھر میں آئی ہے سکون نامی چیز یہاں سے رخصت ہوگئی۔"

"دیکھ رہی ہیں آپ بڑی امی؟" ان کے شانے پر ٹھوڑی ٹکاتے ہوئے وہ بڑے پُر درد لہجے میں بولی تو وہ سلگ اٹھا۔

"ایک بار تم اپنے مورچے سے باہر آؤ تو پھر میں تمہیں دیکھتا ہوں۔"

"کتنے افسوس کی بات ہے احمر! میں تمہاری اکلوتی اور خوب صورت سی کزن ہوں اور تم مجھ سے اتنا برا سلوک کر رہے ہو۔"

سبین کی ہوشیاری پر بھابی نے بمشکل ہنسی روکی تھی۔

"جو کچھ تم کرتی پھر رہی ہونا' تمہارا تو قتل واجب ہو گیا ہے مجھ پر۔" اس کے شعلہ بار انداز پر امی نے تنبیہی ہنکارا بھرا تو وہ زچ ہو گیا۔

"امی! اسے منع کیوں نہیں کرتیں آپ؟ ذرا جا کے دیکھیں اس نے میرے کمرے کا کیا حال کیا ہے کسی انسان کے رہنے کی جگہ تو لگ ہی نہیں رہا۔"

"پھر تو تمہیں وہاں مزے سے رہنا چاہیئے۔" وہ ذومعنی انداز میں کہتے ہوئے ہنسی تو احمر سے اپنا غصہ ضبط کرنا دوبھر ہونے لگا۔

"سن رہی ہیں آپ اس کی بکواس؟"

"دیکھ لیں بڑی امی! ایک تو میں نے اس کے دوستوں کے آنے سے پہلے سارا کمرہ سیٹ کیا ہے۔ پھر بھی یہ مجھ پہ خفا ہو رہا ہے۔" اس نے ہمدردی حاصل کرنے کے لیے منہ بسورا مگر احمر پر اثر نہیں ہوا تھا۔

"اپنی یہ خفتہ صلاحیتیں سنبھال کر رکھو۔ سسرال جا کے کام آئیں گی۔"

"شرم کرو احمر۔ بجائے اس کا شکریہ ادا کرنے کے تم یوں بدتمیزی کر رہے ہو۔" امی نے ہمیشہ کی طرح سبین کی حمایت میں اسے ڈانٹا تو وہ جھلا اٹھا۔

"تو جا کے خود دیکھ لیں ناں۔ میرے کمرے کی سیٹنگ میں اپنی تمام...... سوئی ہوئی صلاحیتوں کا استعمال کیا ہے اس نے' بلکہ مردہ......" اس کی بات پر سبین نے سخت احتجاج کیا تھا۔

UrduPhoto.com

"کس قدر بدذوق ہو تم احمر۔ اتنی اچھی پینٹنگز لگائی ہیں میں نے دیواروں پر اور اتنی خوب صورت بیڈ شیٹ پینٹ کی ہے۔ کوئی اور ہوتا تو اس کا سر مارے تشکر کے جھکا جاتا اور تم یوں چلا رہے ہو۔"

"میرا ابھی سر جھک رہا تھا مگر شرم کے مارے۔" وہ دانت پیس کر کہتا امی کی طرف متوجہ ہوا۔

"تمام پینٹنگز بندروں، گھوڑوں اور گدھوں کی پینٹ کی ہیں اس نے۔ پہلی نظر میں ہی یوں لگتا ہے جیسے آدمی چڑیا گھر میں داخل ہو گیا ہو۔"

"تم جیوگرافک اینیمل اتنی دلچسپی سے دیکھتے ہو، میں نے فوراً سمجھ لیا کہ تمہیں وائلڈ لائف میں دلچسپی ہے۔ اس لیے میں نے خاص طور پر تمہارے لیے وہ پینٹنگز بنائی ہیں اور تم اس قدر احسان فراموشی دکھا رہے ہو۔" بڑی معصومیت سے کہتے ہوئے آخر میں وہ تاسف سے بولی تو احمر کا جی چاہا اسے ماں کی پناہ سے نکال کر دو ہاتھ جڑ دے۔

"میں جیسا بھی ہوں، تم سے بہتر ہوں۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔ اگر تم آئندہ میرے کمرے میں داخل نہ ہوا کرو تو۔ اور وہ جو سورج مکھی کے بڑے بڑے پھول پینٹ کر کے تم نے میرے بستر پر بیڈ شیٹ بچھائی ہے وہ بھی اٹھا لینا۔"

وہ بڑے تحمل سے کہہ رہا تھا۔ بھابی کے ہونٹوں پر محظوظ کن سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ سبین کے بنائے ہوئے شاہکار ان سے چھپے ہوئے تو نہیں تھے جو وہ انجان رہتیں۔

"وہ بیڈ شیٹ تو سبین نے بڑی محنت سے پینٹ کی ہے احمر۔" بھابی کے قدرے شوخی آمیز سنجیدگی سے کہنے پر احمر نے انہیں گھور کر دیکھا تھا۔

"اگر یہ اسے اپنے جہیز میں رکھنا نہیں چاہتی تو پھر اپنی شادی کی سالگرہ کے موقع پر آپ دو اپنے کمرے میں بچھا لیجیے گا اور وہ تمام پینٹنگز عثمان بھائی کو گفٹ کر دیجیے گا۔ اس کی محنت کے ساتھ ساتھ آپ کی محبت کی بھی داد دیں گے۔"

"فضول۔" بھابی جھینپ کر رہ گئیں۔

"تم جا کے فوراً میرے کمرے کو سابقہ حالت میں لاؤ۔" اس نے سبین کو اشارہ کیا تھا۔

"دو دن یونہی سجا رہنے دو کمرے کو احمر۔ حرج ہی ہے اس میں بچی کا دل بھی رہ جائے گا۔"

امی کو سبین کے شوقوں کا پورا پورا خیال تھا۔ وہ زچ آ گیا۔

"خدا کے لیے امی۔ میرے سارے دوست مذاق اڑا رہے تھے۔ پورا کمرہ یرقان زدہ لگ رہا ہے۔ اور بیڈ پر بیٹھا اچھا خاصا آدمی خود کو شہد کی مکھی سمجھنے لگتا ہے۔ اتنا فضول پینٹ کیا ہے اس نے۔ اور اگر پھر بھی آپ کو "بچی" کا دل رکھنے کا اتنا ہی شوق ہے تو آپ ہی رکھ لیں۔ مجھے اتنے فضول سے دل کو رکھنے کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی شوق ہے۔"

"اور میں بھی پاگل نہیں ہوں کہ اپنا معصوم سا دل تمہارے حوالے کر دوں۔" وہ ترکی بہ ترکی جواب دے رہی تھی۔ احمر نے شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"یقین کرو ایک بار تم میرے ہتھے لگ گئیں تو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔"

"بڑی امی! دیکھ رہی ہیں، یہ مجھے دھمکیاں دے رہا ہے۔" وہ منہ بسور کر بولی مگر اس کی آنکھوں اور ہونٹوں پر سے جھلکتی شرارت احمر سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔

"صرف دھمکیاں نہیں دے رہا بلکہ ان پر عمل بھی ضرور کروں گا۔"

"تمہیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ میں نے تمہارا اتنا خیال کر لیا ورنہ تو سارا کمرہ اوندھا سیدھا پڑا ہوا تھا۔" پھر جیسے یاد آنے پر بولی۔ "اور ہاں! تم نے اتنی ساری فضول باتیں کر لیں، پینٹنگز دیکھ لیں، بیڈ شیٹ کو ابجیکٹ کر دیا مگر اپنی بکس اور فائل نہیں دیکھی؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" احمر نے اسے گھورا تھا۔

"اف۔ ایمان سے احمر! ان پر میں نے خود کارٹون پینٹ کر کے کور چڑھائے ہیں۔ وہ اس قدر خوب صورت لگ رہی ہیں جیسے بازار سے ملتی ہیں۔"

وہ اپنی تخلیقات کی تعریفوں میں رطب اللسان تھی وہ پھر سے بھڑک اٹھا۔

"ان پر کیا نادر نمونے بنائے ہیں تم نے؟" بھابی اور امی کو ہنستے دیکھ کر اسے مزید غصہ آنے لگا تھا۔

"میں بتا رہا ہوں امی! اگر آئندہ اس نے کبھی میرے بیڈ روم میں قدم رکھا تو میں اسے مار ڈالوں گا۔" وہ دندناتا ہوا چلا گیا تھا۔

"اف۔" سبین سکون کی سانس اندر کھینچتے ہوئے بھابی کے پاس آ بیٹھی۔ "کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر اسے غصہ آ جاتا ہے۔"

بھابی کو پھر ہنسی آ گئی۔

"اگر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں تو بڑی باتیں پھر پتا نہیں کون سی ہوں گی؟"

زندگی بہت سکون سے گزر رہی تھی مگر تب تک جب تک کہ چچا جان اپنی اکلوتی بیٹی سبین کے ساتھ شارجہ سے نہ لوٹ آئے۔ احمر کو ہمیشہ سے سبین کی نچلا نہ بیٹھنے والی عادت زہر لگتی تھی۔ کچھ گھر کے ماحول کا بھی اثر تھا۔ گھر میں فقط دو بھائی ہی تھے۔ عثمان بھائی بھی سنجیدہ طبع کے مالک تھے اور احمر کے تو شوق بھی بہت محدود تھے جن میں سرفہرست پڑھائی تھی۔ وہ اخلاق کے لحاظ سے بھی سب کا پسندیدہ تھا مگر سبین کی شرارتیں ہی ایسی ہوتی تھیں کہ وہ ٹیمپر لوز کر جاتا جو کہ اس کی ازلی کمزوری تھی۔

چچی جان جب فوت ہوئیں تب سبین ساتویں میں پڑھتی تھی۔ چچا جان نے اسے بہت نازوں سے پالا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس میں بے پناہ شوخی اور بولڈنیس آ گئی تھی۔ ڈرنا یا جھکنا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ چچا جان اسے چھٹیوں میں ہر سال پاکستان لاتے تھے تب بھی وہ دوسرے کزنز کے ساتھ مل کر ایک طوفان بدتمیزی مچائے رکھتی تھی اور اس کی تمام شرارتوں کا نشانہ ہمیشہ احمر ہی کی ذات بنتی تھی۔ خصوصاً اس کی سنجیدہ اور لیے دیے رہنے والی نیچر سبین کو مزید شرارتوں پر اکساتی تھی۔ جتنا احمر کو غصہ آتا تھا اتنا ہی وہ انجوائے کرتی تھی۔

تین سال پہلے جب وہ گرمیوں کی چھٹیوں میں آئی تھی تب اس نے میٹرک کے ایگزیم دیے ہوئے تھے اور احمر ایف ایس سی کے رزلٹ کے انتظار میں تھا۔ تب صحیح معنوں میں احمر کو سبین سے چڑ ہو گئی تھی۔ ہر وقت ہلے گلے اور شرارتوں سے وہ ایک غدر مچائے رکھتی تھی۔ دو ماہ تک اوپر والے پورشن میں طوفان بدتمیزی مچا رہتا تھا۔ وہ چن کر اس وقت اونچی آواز میں ڈیک لگاتی جب کہ احمر کچھ پڑھ رہا ہوتا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ سوائے صبر اور برداشت کرنے کے اور وہ کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ جتنی وہ چچا جان کی لاڈلی تھی اتنا ہی گھر والوں نے اسے سر پر چڑھا رکھا تھا۔ احمر کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اتنی بدتمیز لڑکی کسی کو اچھی کیسے لگ سکتی ہے۔ دو ماہ کے بعد جب چچا جان اور سبین واپس لوٹے تو واحد گھر میں احمر ہی تھا جس نے سکھ کا سانس لیا تھا ورنہ باقی سب گھر سنسان ہونے کے غم میں مبتلا تھے۔

مگر تین سال بعد اس کے ستارے پھر گردش میں آ گئے تھے۔ چچا جان سبین کو لیے ہمیشہ کے لیے پاکستان آ گئے تو احمر کو شدید شاک پہنچا۔ یہ ٹھیک تھا کہ چچا جان احمر کو بہت چاہتے تھے اور وہ بھی ان سے مثالی محبت کرتا تھا مگر سبین کو مستقلاً برداشت کرنا بہت مشکل کام تھا۔ پہلے تمام "زخم" احمر کو پھر سے یاد آنے لگے۔ تاریخ گواہ تھی کہ سبین جب بھی پاکستان آئی تھی، احمر کے لیے بقول عثمان بھائی "بخشے جانے کے دن" ہوتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ جتنا ضبط و برداشت احمر ان دنوں میں کرتا ہے اس سے یقیناً اس کے بہت سے گناہ معاف ہوتے ہوں گے۔

پہلے تو وہ یہ سوچ کر صبر کر لیتا تھا کہ یہ سب تکلیف ایک دو ماہ تک کی ہے مگر اب تو یہ بلا ہمیشہ کے لیے سر پر رہنے والی تھی۔ اور واقعی ایسا ہوا تھا۔ ہر روز گھر میں ایک نیا محاذ کھلا رہنے لگا تھا۔

❖❖❖

وہ فریج کا جائزہ لینے کے بعد سیدھا بھابی کے

UrduPhoto.com

کمرے میں گئی تھی۔
"بھابی! فریج میں رس ملائی کس کے لیے رکھی ہے؟"
"اسے دیکھنا بھی مت۔ احمر لے کر آیا ہے اپنے دوستوں کے لیے۔"
وہ سر ہلا کر پلٹ آئی۔
"بھلا مجھے کیا ضرورت پڑی ہے اسے دیکھنے کی۔"
کچن میں آ کر اس نے رس ملائی والا ڈونگہ نکالا اور اس کو لیے اوپری پورشن کی طرف چل دی۔
"بھلا یہ دیکھنے کی چیز تھوڑی ہے۔ اسے تو میں بڑے شوق اور محبت سے کھاؤں گی۔"
اور واقعی بے حد اطمینان کے ساتھ اس نے مزے لے کر رس ملائی کھائی تھی۔ ساتھ ساتھ اس کا دماغ بھی بہت تیزی کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ نت نئی شرارتیں تو چٹکی بجاتے ہی اس کے ذہن میں آ جاتی تھیں۔ اب بھی ڈونگہ سائیڈ پر رکھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔
تھوڑی دیر کے بعد اس نے بڑی محنت کے ساتھ پلاسٹر آف پیرس کی چھوٹی چھوٹی گولیاں بنا کر بچے ہوئے رس میں ڈال کر کم وقت میں نہایت اعلیٰ ڈش تیار کر لی تھی۔
"کہیں نظر ہی نہ لگ جائے میری ذہانت کو۔" وہ اپنے کارنامے پر خود کو شاباشی دیتے ہوئے نیچے جا کر ڈونگہ فریج میں رکھ آئی۔
"ہاؤ۔" اپنے بستر پر گرتے ہوئے وہ مسرت سے بے حال تھی۔ "اب مزہ آئے گا جب رس ملائی چبانے کے لیے اسے اپنے دوستوں کے لیے ایک ایک زائد بتیسی کا بھی انتظام کرنا پڑے گا۔" احمر کے غصے کا پورا اہتمام کر کے وہ بڑے سکون سے سوگئی تھی۔
شام کو ٹی وی لاؤنج میں ایک ہنگامہ مچا ہوا تھا۔
سبین مستقلاً امی کی پناہ میں تھی اور احمر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے جان سے مار ڈالے۔
"اب بس بھی کرو احمر۔ ذرا سی شرارت پر تم نے قیامت کھڑی کر رکھی ہے۔" امی کی سرزنش پر وہ کھول کر رہ گیا۔
"یہ سراسر بیہودگی ہے جسے آپ شرارت کہہ رہی ہیں۔"
"تو تم مجھ سے پیسے لے سکتے ہو۔ اتنا چلا کیوں رہے ہو۔" وہ منمنائی تھی۔ احمر نے دانت پیسے۔
"اتنا ہی جی چاہ رہا تھا تو اپنی پیسوں سے بازار سے منگوا لیتیں۔"
"اس وقت کوئی تھا ہی نہیں۔" پھر وہی معصومیت اور بھولپن۔ مگر احمر کو اس کی ایکٹنگ کا اچھی طرح پتا تھا۔
"جب ندیدہ پن دکھا ہی لیا تھا تو بعد میں وہ بیہودہ حرکت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"
احمر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ پکڑ کر اسے سیدھا کر دے۔
"وہ تو میں نے تمہارے ڈر سے پلاسٹر آف پیرس کی رس ملائی بنا دی۔ میں نے سوچا کہ یوں تم کم خفا ہو گے۔" بھابی کی ہنسی چھوٹ گئی۔
"چلو احمر! اب غصہ چھوڑ دو کتنے مزے کی شرارت کی ہے سبین نے۔ تمہارے دوستوں نے بھی انجوائے کیا ہوگا۔"
"کیا خاک انجوائے کیا ہے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ڈونگہ اٹھا کے میرے سر پر دے مارتے۔ اور یہ سب اس ندیدی کی وجہ سے ہوا ہے۔"
"توبہ ہے۔ میں نے تو سنا تھا کہ پاکستان والے خصوصاً لاہوریئے بڑے دل والے اور مہمان نواز ہوتے ہیں۔" وہ بڑی ادا سے آنکھیں گھما کر بولتی احمر کو زہر سے بھی زیادہ بری کوئی شے لگ رہی تھی۔
"کئی بار سننے میں بھی غلطی ہو جاتی ہے۔ کبھی میری رائے بھی شارجہ والوں کے بارے میں بہت اچھی ہوا کرتی تھی۔" وہ سلگ کر بولا۔
"کمال ہے احمر۔ پہلے تو میں نے تمہیں کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا۔" بھابی نے معاملہ ختم کرنے کی غرض سے بات پلٹی تو وہ تنک کر بولا۔
"کیونکہ پہلے میری زندگی بہت پرسکون گزر رہی تھی۔"
اس کی بات پر سبین کو ہنسی آ گئی۔
"امی بہت ہو گیا۔ اب اس گھر میں یہ رہے گی یا میں۔" وہ غصے سے بے حال ہونے لگا۔ اس کی کھلکھلاتی ہوئی ہنسی یونہی جلے پر نمک چھڑک رہی تھی۔
"لگتا ہے احمر نے فلمیں بہت دیکھنی شروع کر دی ہیں۔" اس کے شرارت سے چھیڑنے پر وہ مٹھیاں بھینچتے ہوئے اس کی طرف بڑھا تو امی نے اسے روک دیا۔
"امی! آپ ہٹ جائیں بیچ میں سے۔" وہ جھلا اٹھا۔
"کیوں؟ یہ کوئی ظالم سماج ہیں کیا؟"
وہ یونہی بے تکا بولتی تھی۔ امی اور بھابی کی ہنسی پر وہ جز بز ہو گیا۔ پھر فوراً ہی خود کو سنبھال کر غرایا۔
"میں چھوڑوں گا نہیں تمہیں۔ تمہاری موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے۔" اسے دھمکاتا وہ یونہی غصے میں جلتا بھنتا اپنے کمرے میں چلا گیا اور زور سے دروازہ بند کر لیا۔
"شکر ہے خدا کا یہ مرحلہ تو طے ہوا۔" وہ گہری سانس لے کر طمانیت سے بولی تو بھابی نے اسے ڈرانے کی کوشش کی۔
"آج تو احمر بہت غصے میں ہے۔"
"اس کو چھوڑیں۔ اسے کب غصہ نہیں آتا۔ آپ یہ بتائیں لگا دی نا میں نے رونق دو ہی ماہ میں؟" وہ ازلی بے فکری سے ہنسی تو امی نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا تھا۔
"مگر بیٹا کبھی دوستی کی بات بھی کر لیا کرو۔ ہر وقت تم دونوں کی لڑائی رہتی ہے۔"
"ایمان سے بتائیں بڑی امی، کبھی آپ نے مجھے دیکھا ہے اس سے جھگڑتے ہوئے؟" وہ بڑے دعوے سے پوچھ رہی تھی۔ وہ ناچار ہنس دیں کہ بات تو اس نے بالکل ٹھیک کہی تھی۔
اور بات یہیں ختم نہیں ہوئی تھی۔ رات کھانے کی ٹیبل پر جب ابو، چچا جان اور عثمان بھائی موجود تھے تب سبین نے بڑے دلچسپ انداز میں دوبارہ رس ملائی والا واقعہ سنانا شروع کر دیا۔ ان سب کی ہنسی سن کر وہ نئے سرے سے تلملا اٹھا مگر مجبوری یہ تھی کہ فی الحال وہ اسے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔
دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر احمر چونکا تھا۔
"احمر میں اندر آ جاؤں؟" وہ سر اندر گھسائے پوچھ رہی تھی۔
"نہیں۔ بلکہ وہیں سے دفع ہو جاؤ۔" وہ بڑی بدلحاظی سے بولا تھا اور سبین بجائے واپس پلٹنے کے شکریہ کہہ کر یوں اندر داخل ہوئی جیسے اس نے بڑی خوش دلی سے اندر آنے کو کہا ہو۔ وہ دانت پر دانت جمائے اسے گھورنے لگا۔
"میں تم سے سوری کہنے آئی ہوں۔" فوراً ہی اس نے سیز فائر کا جھنڈا لہرایا تھا مگر احمر پر ذرا بھی اثر نہیں ہوا۔
"مجھے تمہارے سوری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" وہ سرد مہری سے بولا۔ پھر گویا اسے تنبیہہ کی۔ "اور تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ اگلے ایک ہفتے تک مجھے اپنی شکل مت دکھاؤ۔"
"کیوں......؟" وہ حیران ہوئی۔
"تاکہ کم از کم ایک ہفتہ تو اچھا گزر سکے۔ گیٹ آؤٹ۔" وہ دوبارہ کتاب کھولنے لگا۔ سبین نے ذرا سا منہ بنایا۔
"احمر! تمہیں ذرا بھی خیال نہیں ہے کہ میں تمہاری اکلوتی چچازاد ہوں۔"
"اس دکھ میں، میں چچا جان کے ساتھ برابر کا شریک ہوں۔ پتا نہیں انہوں نے کون سا ایسا گناہ کیا تھا جو تم ان کے گھر پیدا ہوئیں۔ اور شکر ہے کہ اکلوتی ہی ہو۔" وہ اس کی جذباتی بلیک میلنگ کا شکار نہیں ہوا تھا۔
وہ جز بز ہو کر رہ گئی۔ پھر دوبارہ سلسلۂ تکلم جوڑا۔
"دیکھو احمر، ہم دوستی بھی تو کر سکتے ہیں نا؟"
احمر نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔
"میری کون سی ملیں رکی ہوئی ہیں تم سے دوستی کیے بغیر۔"

UrduPhoto.com

''تو دوستی کر لینے سے بھی کون سی ملیں چل جائیں گی۔'' وہ مدھم آواز میں بولی تو وہ زور سے کتاب بند کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

''میرے خیال میں اب تم یہاں سے تشریف لے ہی جاؤ۔''

''تم بہت برا سلوک کر رہے ہو میرے ساتھ۔'' سبین نے انگلی اٹھاتے ہوئے اس سے کہا۔

''میرا بس چلتا تو کافی سال پہلے تمہارا گلا دبا چکا ہوتا۔'' احمر نے دانت کچکچائے تھے۔

''تو اب دبا دو۔ میں تمہیں منع نہیں کروں گی۔'' وہ بڑے مسکین انداز میں بولی تھی۔

''یہ ڈرامے جا کے کہیں اور کرنا۔ مجھے ڈسٹرب مت کرو۔'' اسے بازو سے پکڑ کر دروازہ کھولتے ہوئے احمر نے باہر دھکیلا تھا۔

''تو میں جا کر بڑی امی کو بتا دوں؟'' وہ کھل اٹھی۔

''کیا......؟'' احمر نے نا سمجھتے ہوئے بھی تیوری چڑھائی تھی۔

''یہی کہ میں تمہیں ڈسٹرب کرنے لگی ہوں۔'' وہ بڑے انداز سے پلکیں جھپکاتے ہوئے بولی تو اس کے ذومعنی الفاظ نے احمر کو تلملا کر رکھ دیا۔ وہ غرا کر اس کی طرف بڑھا مگر وہ لمحوں میں سیڑھیاں طے کر چکی تھی۔ احمر نے دانت پیستے ہوئے زوردار آواز میں دروازہ بند کیا تھا۔

❖❖❖

''احمر......احمر۔''

اس کے زوردار انداز میں پکارنے پر عدنان کے ساتھ محو گفتگو احمر نے ناگواری سے اوپر دیکھا۔ وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کھولے آدھی باہر لٹکی ہوئی تھی۔

''کہیں جانا مت۔ مجھے پھپو کی طرف جانا ہے۔'' اس کی یہ حرکت اور عدنان کے سامنے یوں آنا احمر کو بہت کھلا تھا۔

''تو میں کیا کروں؟'' وہ تیوریاں چڑھائے وہیں سے بولا تھا۔

''تمہیں کیا کرنا ہے اگر نہ گئے تو جو کروں گی وہ میں ہی کروں گی۔'' وہ کھلکھلائی تھی۔ عدنان بھی بہت دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی شوخیوں سے تو احمر کے تقریباً تمام ہی دوست آگاہ ہو چکے تھے۔

''تو پھر جو کرنا ہے کرو جا کے۔ میرا دماغ مت کھاؤ۔ میری طرف سے ہزار بار انکار ہے۔'' بہت سلگ کر احمر نے اسے ٹرخایا تھا۔

''اوکے...... دین ویٹ اینڈ سی۔'' وہ اسے دھمکاتی اندر چلی گئی تو وہ بمشکل ناگواری دباتا عدنان کی طرف پلٹا جس کی توجہ ابھی بھی کھڑکی ہی کی طرف تھی۔

''کدھر ہو؟''

''ویری انٹرسٹنگ کیس۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا مگر احمر نے اس سلسلے میں مزید بات کرنے سے اجتناب کیا اور فوراً ہی بات پلٹ گیا۔

''تم مجھے اپنے پروگرام سے متعلق بتاؤ۔ کیا کہا تم نے اپنے ابو سے؟''

''یار! مجھے کیا کہنا ہے۔ سب کچھ تو انہیں ہی کہنا ہے۔'' وہ سخت بدمزہ ہو کر بولا تو احمر استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

''ان کا کہنا ہے کہ بائر اسٹڈیز کے لیے امریکہ جانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔''

''تو پھر...... کیا کرو گے؟'' احمر نے پوچھا تھا۔

''کرنا کیا ہے۔ زمینیں سنبھالوں گا۔ اور واقعی یار بکھیڑے بھی اتنے ہیں کہ میں خود ابو کو تنہا چھوڑ کے جانا نہیں چاہتا۔ ایک دو ملِ قدرے بھی چل رہے ہیں اور پھر پراپرٹی کی دیکھ بھال کا بھی مسئلہ ہے۔'' اس نے اپنی مجبوریاں گنوانا شروع کیں تو احمر گہری سانس لے کر بولا۔

''یعنی کہ تم بھی دغا دے رہے ہو۔''

''کیا کروں یار، اکلوتا ہونے کا یہی نقصان ہوتا ہے۔ نا چاہتے ہوئے بھی بہت کچھ ماننا پڑتا ہے۔''

وہ خود بھی بہت اداس ہو رہا تھا۔ احمر کے ساتھ مل کر اس نے بائر اسٹڈیز کے لیے امریکا جانے کے بہت سے پلان بنائے تھے مگر اب ماں کے آنسو اور باپ کی مجبوریاں قدموں کی زنجیریں بن گئی تھیں۔

''تم تو خوش قسمت ہو، کوئی پرابلم ہی نہیں۔'' عدنان نے واقعی رشک سے کہا تو وہ ہلکے سے مسکرا دیا۔

''ایڈمیشن کب اسٹارٹ ہو رہے ہیں؟''

''ابھی تو تین ماہ ہیں۔ میں خود سب کو کنوینس کرنے میں لگا ہوا تھا۔ ابو کا بھی یہی خیال ہے کہ میں بزنس سنبھالوں مگر میں چاہتا ہوں کہ پہلے اس سلسلے میں کچھ سیکھ کر پھر اس فیلڈ میں آؤں۔'' وہ تفصیلاً بتا رہا تھا۔ اس کے بعد کتنی ہی دیر وہ دونوں اسٹڈیز سے متعلق ڈسکشن کرتے رہے۔

اندر آتے ہی امی سے ٹکراؤ ہوا تھا۔

''احمر! تم سبین کو پھپو کی طرف کیوں نہیں لے گئے؟''

''میں اس کا ملازم نہیں ہوں۔'' وہ بے رخی سے کہتا صوفے میں دھنس کر ریموٹ سے ٹی وی آن کرنے لگا۔

''بہت بری بات ہے احمر۔ وہ بے چاری تیار بیٹھی تھی۔''

''تو رخصت کر دیتیں۔'' وہ ٹی وی اسکرین پر نظر جمائے لاپروائی سے بولا پھر خود ہی ہنس بھی دیا۔

''بکو مت۔'' امی مسکراہٹ دباتی چلی گئی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد سبین عثمان بھائی کے چھوٹے بیٹے حمزہ کو گود میں لیے وہیں چلی آئی تھی۔ احمر نے صرف ایک نظر اس پر ڈالی تھی پھر دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''بڑی امی کہہ رہی تھیں کہ تم واقعی امریکہ جانے کے لیے سیریس ہو۔'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''تمہیں کیا تکلیف ہے؟'' وہ اس کی جانب دیکھے بغیر پوچھ رہا تھا۔

''مجھے کیا تکلیف ہونی ہے۔ وہ تو امریکیوں کو ہو گی تمہارے وہاں جانے سے۔'' اس کے آرام سے کہنے پر اب کی بار احمر نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

''تم کبھی ڈھنگ سے سیریس ہو کر بات نہیں کر سکتیں؟''

''تم سے کس نے کہا کہ میں مذاق کر رہی ہوں؟'' جگمگاتی لائٹ براؤن آنکھیں اس پر جمائے وہ بڑی سنجیدگی سے پوچھنے لگی تو لحظہ بھر کو احمر نے لب بھینچ کر اسے دیکھا۔ پھر پتا نہیں کیا سوچ کر اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

''زندگی کو اتنی نان سیریس انداز میں گزارنے والے کبھی نہ کبھی کوئی بہت بڑا نقصان اٹھاتے ہیں۔''

''بددعا دے رہے ہو؟'' وہ مسکرائی تھی۔

''نہیں۔'' وہ فوراً بولا تھا۔ ''سمجھا رہا ہوں، لڑکیوں کو اتنا نان سیریس نہیں ہونا چاہیے۔''

''کس معاملے میں؟''

''کسی بھی معاملے میں۔'' وہ شانے اچکا کر بولا۔ پھر کہنے لگا۔ ''پہلے میں سمجھتا تھا کہ لڑکیاں لڑکوں سے زیادہ ذمہ دارانہ طبیعت کی مالک ہوتی ہیں مگر تمہیں دیکھ کر میں نے اپنا خیال بدل لیا ہے۔''

بڑی بے ساختہ سی مسکراہٹ سبین کے ہونٹوں پہ پھیلی تھی۔

''تم مجھ پر اتنا غور کیوں کرتے ہو؟''

''واٹ......؟'' وہ کرنٹ کھا کر اسے گھورنے لگا۔ پھر اس کی شرارت بھری مسکراہٹ دیکھ کر جل کر رہ گیا۔

''تم کبھی بھی نہیں سدھر سکتیں۔''

''وہی تو میں پوچھ رہی ہوں کہ تم مجھے سدھارنا کیوں چاہتے ہو؟'' وہ ہنوز اسی موڈ میں حمزہ کو جھلاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''تاکہ تم انسان بن جاؤ۔'' وہ دانت پیس کر بولا۔ سارے ہلکے پھلکے موڈ کا لمحوں میں وہ ستیاناس مار دیتی تھی۔ اب بھی وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

''خود پر کوشش ناکام رہی تو مجھ پر شروع کر دی۔ یہ اچھی رہی۔''

''تم میرے ساتھ بات نہ ہی کیا کرو تو بہتر ہے۔'' وہ غصے سے بولا تھا۔

''اب تم اتنے تو برے نہیں ہو کہ تم سے بات بھی نہ

UrduPhoto.com

کی جائے۔'' وہ لاپروائی سے کہہ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں چمکتی شوخی اور شرارتی مسکراہٹ احمر کو تپا رہی تھی۔ پھر بھی اندر سے بہت عاجز آ کر بظاہر اس نے بہت رسان سے پوچھا۔

''آخر تم مجھے اس قدر تنگ کیوں کرتی ہو؟''

''کیونکہ تم واحد شخص ہو جسے اس قدر غصہ آتا ہے۔ اور میں چاہتی ہوں کہ تمہارا غصہ ختم ہو جائے کیونکہ جتنا تمہیں غصہ آتا ہے اتنا ہی مجھے مزہ آتا ہے۔'' وہ حمزہ کو بانہوں کے گھیرے میں لیے اس کے سر پر ٹھوڑی ٹکائے مزے سے کہتی احمر کا صبر آزما گئی۔

''لیکن مجھے یہ سب پسند نہیں ہے۔''

''یعنی تم چاہتے ہو کہ میں وہ سب کروں جو تمہیں پسند ہے؟'' وہ حمزہ کو پیار کرتے کرتے رک کر حیرت سے بولی تو وہ جز بز ہو کر بولا۔

''کبھی تو بات کو ٹھیک رخ سے سمجھ لیا کرو۔''

''اچھا سمجھتی ہوں۔'' وہ فوراً مان کر پرسوچ انداز میں خلاؤں میں دیکھنے لگی۔ چند ثانیوں کے بعد اس کی آنکھیں چمکیں اور ہونٹوں پر مخصوص مسکراہٹ پھیلی تو احمر ذرا محتاط ہو گیا کیونکہ یہ آثار ہمیشہ شرارت کا پیش خیمہ ثابت ہوئے تھے۔

''میں سمجھ گئی۔'' وہ بڑے جوش سے بولی تو احمر نے خاصے تمسخرانہ انداز میں اسے دیکھا۔

''تم مجھ میں اپنی پسند کی عادات اس لیے دیکھنا چاہتے ہو کیونکہ میں تمہیں پسند ہوں۔'' اس نے جس قدر اطمینان سے تجزیہ پیش کیا تھا احمر کو اتنی ہی زور کا جھٹکا لگا۔ اگلے ہی لمحے وہ سنبھل کر اس پر الٹ پڑا۔

''دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔ خدانخواستہ میں ایسی فضول سوچ کیوں پالنے لگا۔''

''اوہو۔'' وہ اپنے مخصوص انداز میں کھلکھلائی تھی۔ ''اب مجھ سے کیا پردہ؟''

''بکومت اچھا۔'' وہ اچھا خاصا ڈسٹرب ہو گیا تھا۔ چڑ کر بولا تو وہ یونہی مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ویسے اگر دل کی بات کہہ دیتے تو اچھا تھا خواہ مخواہ راتوں کی نیند حرام کرنے کا کیا فائدہ؟'' جاتے جاتے بھی وہ پن چبھونے سے باز نہیں آئی تھی۔

''مجھے راتوں کو نائٹ میئر دیکھنے کی عادت نہیں ہے۔'' اب کی بار احمر نے اچھے خاصے طنز سے کہا تو وہ اس کی طرف پلٹ کر چیلنجنگ انداز میں بولی۔

''شرط لگا لو احمر صبح تک جاگتے رہو گے۔ کم از کم آج رات تو میں تمہیں نیند نہ آنے کی گارنٹی دے سکتی ہوں۔ اور جتنا جاگو گے یقین کرو میرا ہی نام تمہاری زبان پر ہوگا۔''

اس کی بولڈنیس پر وہ ششدر سا تھا۔ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ سبین ایسی باتیں بھی اس سے کر سکتی ہے۔ بہر حال جو بھی تھا اسے یہ انداز اور الفاظ بالکل بھی پسند نہیں آئے تھے۔

وہ حمزہ کو لیے بڑے لائٹ موڈ میں سیڑھیاں طے کرتی اپنے پورشن میں چلی گئی۔

''دیور جی...... کیا ہوا؟'' اسے منہ اٹھائے سیڑھیوں کی طرف دیکھتے پا کر بھابی نے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

''کچھ نہیں ٹی وی دیکھ رہا ہوں۔''

''خیریت تو ہے نا؟'' ان کے مشکوک انداز میں پوچھنے پر وہ انہیں دیکھنے لگا۔

''ہاں...... کیوں؟''

''کچھ نہیں۔ مجھے لگا کہ تم ٹی وی کا ایڈریس بھول گئے ہو۔ ٹی وی ٹرالی یہ پڑی ہے اور تم مسلسل سیڑھیوں کو گھور رہے ہو۔'' وہ اطمینان سے کہتی فیڈر ہلانے لگیں۔ احمر خفیف سا ہو کر انہیں گھورنے لگا تو وہ ہنس دیں۔

''حمزہ کدھر ہے؟''

''سبین لے گئی ہے اوپر۔'' وہ رخ ٹی وی کی طرف کرتے ہوئے ٹی وی کی آواز بڑھانے لگا۔

رات بستر پر لیٹا تو ذہن سبین کی باتوں کی طرف چلا گیا۔

''ہونہہ...... نیند نہیں آئے گی۔ نجومی کہیں کی۔'' وہ بے اختیار کروٹ بدلتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔

''حد ہوتی ہے بولڈنیس کی بھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ لڑکیوں کو خود اعتماد ہونا چاہیے مگر اتنا تو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ کون سی بات کرنے والی ہوتی ہی اور کون سی نہیں۔'' وہ سبین کی باتوں کو نئے سرے سے سوچ کر کڑھ رہا تھا۔

''کتنے آرام سے کہہ رہی تھی کہ تم مجھے پسند کرتے ہو نونسینس۔'' اس نے سر جھٹکا تھا۔

''سمجھتی کیا ہے خود کو۔ بڑی توپ شے ہے۔ میں نے تو کبھی اسے غور سے دیکھا تک نہیں اور وہ خوش فہمیوں میں گھری ہے۔ مجھے تو یہ تک نہیں معلوم کہ اس کی آنکھوں کا رنگ کیسا ہے' بھلا کیسا ہے؟'' استہزائیہ انداز میں سوچتے ہوئے اس سوچ پر اٹک کر وہ واقعی سوچنے لگا تو یکا یک شوخی سے لبریز چمکتی لائٹ براؤن آنکھیں پردۂ ذہن پر جگمگا اٹھیں۔ سوچ کا سفر پھر جاری ہو گیا۔

''ہوں...... لائٹ براؤن اور معلوم نہیں اس کے نقوش' ہاں آنکھوں کی طرح اس کی اسکن بھی اچھی ہے۔ اور ہونٹ گلابی؟ نہیں سرخی مائل اگر ان پر دل جلانے والی مسکراہٹ نہ ہو تو شاید اچھے لگیں۔ اور اس کی ہنسی وہ ہنستی ہی اس لیے ہے کہ اچھی لگے اور مجھے تو کبھی نہیں پتا کہ اس کے بال' ہاں سیاہ ہیں' کبھی وہ انہیں کلپ کر کے رکھتی ہے اور کبھی شانوں پر بکھیر ے رکھتی ہے۔'' سوچتے سوچتے اسے یک دم ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ اس نے مندی آنکھیں کھول دیں۔ فوراً خود کو ملامت کی۔

''لاحول ولاقوۃ...... یہ میں کیا فضول باتیں سوچ رہا ہوں۔ وہ تو چاہتی ہی یہ تھی کہ میں ان فضولیات میں پڑوں۔ ڈیم فول۔ وہ اس دنیا کی آخری لڑکی بھی ہوگی تو مجھے بھی پسند نہیں آئے گی۔''

اس نے بہت اٹل انداز میں فیصلہ کرتے ہوئے سب سوچوں کو ذہن سے جھٹک کر اپنی اسٹڈیز سے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔ یہ نسخہ خاصا کامیاب رہا۔ دس منٹوں کے بعد وہ بے خبر سو رہا تھا۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب ایک عجیب سے شور سے وہ ہڑبڑا کر جاگ اٹھا۔ اس طرح اچانک جاگنے پر اسے اپنی دھڑکنیں بے ترتیب ہوتی محسوس ہوئی تھیں۔ آواز ابھی بھی آ رہی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیبل لیمپ آن کیا اور اس تیز آواز پر لحظہ بھر کو غور کرنے کے بعد اس نے اپنا تکیہ اٹھایا۔ وہاں بڑے ٹائم پیس کو بجتے پا کر اس نے بے اختیار گہری سانس لی تھی۔ اسی کی آواز اسے جگانے کا سبب بنی تھی۔ اس نے ٹائم پیس اٹھا کر آف کر دیا۔ ساتھ ہی ٹائم بھی دیکھا تو اسے حیرت ہوئی کہ ابھی بمشکل ایک بجا تھا۔

''یہ یہاں کس نے رکھ دیا؟''

''وہ قدرے کوفت زدہ سا ٹائم پیس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے لیمپ آف کر کے لیٹ گیا۔ ابھی اسے سوئے محض دو گھنٹے ہوئے تھے۔

''اچھی خاصی نیند برباد کر دی اس الارم نے۔ پتا نہیں کس نے رکھا تھا میرے تکیے کے نیچے؟ ہو سکتا ہے سبین کی شرارت ہو۔ وہی کرتی ہے ایسے بیہودہ کام' اسی نے......''

سوچتے سوچتے وہ نیند کی وادیوں میں اترنے لگا تھا۔

ایک بار پھر اسی شور سے اس کی آنکھ کھلی تو کتنی ہی دیر وہ چت لیٹا اس آواز پر غور کرتا رہ گیا۔ ایک دم سے جاگنے پر پہلے پہل تو کچھ سمجھ ہی نہیں آئی تھی کہ کس چیز کی آواز ہے۔ قدرے حواس میں آ کر اسے لگا کہ الارم دوبارہ سے بج رہا تھا۔ یونہی اندھیرے میں سائیڈ ٹیبل پر ہاتھ مار کر اس نے ٹائم پیس اٹھایا اور اسے بند کرنے کی کوشش کی۔ مگر جلد ہی اس کی ساری آنکھیں کھل گئیں کیونکہ اس کا الارم بند تھا۔ بہت حیران ہوتے ہوئے اس نے لیمپ آن کیا۔ الارم کی آواز اب بھی آ رہی تھی مگر اس ٹائم پیس میں سے نہیں بلکہ کسی اور میں سے۔

''شرط لگا لو احمر...... صبح تک جاگتے رہو گے۔ کم از کم آج رات تو میں تمہیں نیند نہ آنے کی گارنٹی دیتی ہوں۔ اور جتنا جاگو گے یقین کرو میرا ہی نام تمہاری

UrduPhoto.com

زبان پر ہوگا۔"
شام کو سبین نے جو کچھ کہا تھا وہ اسے اب دانت پیسنے پر مجبور کرنے لگا۔
"اوف سبین۔"
چند لمحوں تک اس نے مستقل مزاجی سے الارم ختم ہونے کا انتظار کیا مگر اس نے ڈھٹائی میں احمر کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ جھلا کر بستر چھوڑتے ہوئے اس نے ٹیوب لائٹ جلائی اور ایک نظر وال کلاک پر ڈالی۔ اڑھائی بج رہے تھے۔ چند لمحوں تک اس نے کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر آواز کا تعین کیا کیونکہ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ دوسرا ٹائم پیس کہاں پڑا ہے۔ محض شک کی بنا پر وہ پنجوں کے بل بیٹھ کر بیڈ کے نیچے جھانکنے لگا۔ اس کا شک درست نکلا تھا۔ لب بھینچتے ہوئے ٹائم پیس نکالنے اور پھر الارم آف کرنے تک اس کا غصہ فزوں تر ہو چکا تھا۔ چند منٹوں تک وہ ادھر سے ادھر ٹہلتا اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔
"دیکھ لوں گا تمہیں سبین احمد۔"
گھونٹ گھونٹ پانی حلق میں اتارتے ہوئے اس نے بہت سلگ کر سوچا تھا۔ واقعی اس کی پیش گوئی سچ ثابت ہو رہی تھی۔ وہ نہ بھی چاہتا تو اسی کو سوچتا۔ اس نے حرکت ہی ایسی کی تھی۔
ٹیوب لائٹ آف کر کے وہ بستر پر آیا تو لیمپ یونہی جلتا چھوڑ دیا۔ اسے سبین سے کسی نیکی کی توقع بالکل نہیں تھی۔ نیند کی وادی میں اترنے تک وہ اگلے الارم کے انتظار میں رہا تھا۔ ساتھ ہی اسے یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ سبین آج کی رات تو واقعی ایک نائٹ میئر ہی بن گئی تھی۔ اگلا الارم اگلے ڈیڑھ گھنٹے بعد بجا تھا۔ اور اس کی آواز بھی پچھلے دونوں الارم سے زیادہ بلند تھی۔ اس کی سمجھ میں آگیا تھا کہ سبین نے ڈیڑھ گھنٹے کے فرق سے الارم لگا کر کمرے میں مختلف جگہوں پر چھپا رکھے تھے۔ ساری رات جاگ کر اسے یاد رہنے والے بیٹھے کی ڈو معنویت اب صحیح معنوں میں احمر کی سمجھ میں آئی تھی۔
الارم کی آواز اسے اپنی سماعت پر ہتھوڑے برساتی محسوس ہو رہی تھی۔ سبین کو بہت "اچھے" الفاظ میں یاد کرتے ہوئے اس نے تکیہ اٹھا کر سر پر رکھ لیا۔ اس وقت نیند اپنے زوروں پر تھی مگر الارم کی آواز صور اسرافیل کا کام سرانجام دے رہی تھی۔ وہ تکیہ پرے پھینک کر بکتا جھکتا اٹھا اور نیم تاریکی ہی میں ٹائم پیس ڈھونڈنے لگا جو اسے تمام کمرہ بکھیرنے کے بعد رائٹنگ ٹیبل پر بڑے دھڑلے سے بجتا ہوا ملا۔
الارم بند کر کے اس نے ٹائم پیس زمین پر دے مارا تھا۔
"چھوڑوں گا نہیں میں اسے۔ سمجھ کیا رکھا ہے اس نے خود کو۔ جان سے مار دوں گا۔"
اس کا دماغ سلگ رہا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ جا کر سبین کا برا حشر کر دیتا۔ نیند سے جلتی آنکھیں موندتے ہوئے اب اس نے سونے کا خیال ترک کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد فجر کی اذان ہونے لگی۔
"شرط لگا لو احمر، صبح تک جاگتے رہو گے۔ جتنا جاگو گے زبان پر میرا ہی نام......"
اس کا چیلنجنگ انداز یاد آتے ہی احمر کے اندر طیش بھرنے لگا تھا۔
"بہت برا کیا ہے تم نے سبین احمد۔ بخشوں گا تو میں بھی نہیں تمہیں۔"
نماز پڑھنے کے لیے وہ مسجد نہیں گیا کمرے ہی میں پڑھ لی۔ اس دوران کوئی الارم نہیں بجا تو اسے اندازہ ہو گیا کہ عذاب کی گھڑیاں ختم ہو چکی ہیں۔ نماز کے بعد جو وہ سویا تو پھر دروازہ دھڑ دھڑانے کی آواز پر بھی اس کی آنکھ بمشکل کھلی تھی۔
"کون ہے؟" ناچاہتے ہوئے بھی اس نے زوردار آواز میں ناگواری سے پوچھا۔ باہر امی تھیں۔
"احمر! اٹھنا نہیں ہے آج۔ ساڑھے دس بج رہے ہیں۔"
"اٹھ رہا ہوں۔" بہت بے دلی سے جواب دے کر وہ پھر بستر پر اوندھا ہو گیا۔ رات کی ڈسٹربنس۔ نیند پوری ہی کب ہونے دی تھی۔ اس لیے آنکھیں

UrduPhoto.com

کھولنا محال ہو رہا تھا۔

بارہ بجے ناچاہتے ہوئے بھی بستر چھوڑ کر وہ باتھ روم میں گھس گیا۔ شاور لینے سے طبیعت کا سارا بوجھل پن غائب ہو گیا تھا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟ کتنی دفعہ دروازہ کھٹکھٹا کر آئی ہوں۔ آج تو خوب سوئے۔"

امی اور بھابی دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ امی نے تفکر سے پوچھا تو وہ حمزہ کو گود میں لیتے ہوئے مسکرا دیا۔

"رات کو دیر سے سویا تھا اس لیے۔"

اسی اثنا میں حسب عادت وہ دھڑ دھڑاتی ہوئی سیڑھیاں اترتی چلی آئی۔

"السلام علیکم۔"

احمر کا غصہ اسے دیکھ کر پھر سے عود کر آیا۔

"تم بھی ابھی جاگی ہو؟" بھابی نے حیرت سے پوچھا تو وہ سلاد میں سے کھیرے چن کے کھاتے ہوئے اثبات میں سر ہلانے لگی پھر پوچھا۔

"یہ "بھی" سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"احمر بھی ابھی جاگا ہے نا۔ کہہ رہا تھا رات دیر سے سویا تھا۔" انہوں نے وضاحت کی تو امی نے کہا۔

"رات کو دو تین مرتبہ میری بھی آنکھ کھلی تھی۔ عجیب سی آواز آ رہی تھی جیسے کوئی ساز یا پھر الارم بج رہا ہو۔"

بھابی نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"میں تو سمجھ رہی تھی شاید مجھے ہی ایسا محسوس ہو رہا ہے۔"

"بھئی میں تو بڑے آرام اور سکون سے سوئی رات بھر۔" وہ بڑے مزے سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولی تو احمر کا جی چاہا اس کا منہ توڑ دے۔ مگر جو کچھ اس نے سوچا تھا وہ اتنی بے صبری کا متقاضی نہیں تھا۔

جتنی دیر امی اور بھابی بیٹھی رہیں وہ بھی حمزہ سے اس کی زبان میں باتیں کرتی رہی۔ ان کے وہاں سے ہٹتے ہی وہ بولی۔

"اب بتاؤ میں جیتی یا ہار گئی؟" شرارت اس کی آنکھوں میں چمک رہی تھی اور ہونٹوں پر چٹک رہی تھی۔

"کتنے گھنٹے سوئے ہو؟"

"سویا کہاں ہوں۔ ساری رات تمہیں یاد کیا ہے۔" بڑے سکون سے کہتے ہوئے احمر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تو وہ حیران ہوگئی پھر ہنسنے لگی۔

"میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ساری رات مجھے یاد کرو گے۔"

"تم نے بالکل ٹھیک کہا تھا۔ ایک پل کو بھی تمہاری صورت میری آنکھوں کے سامنے سے نہیں ہٹی۔ پتا نہیں پہلے میں نے کبھی غور کیوں نہیں کیا۔ تم تو اچھی خاصی خوب صورت ہو۔ بس پھر ساری رات نیند نہیں آئی۔" اس کے بہت اطمینان سے کہنے پر سبین کو جھٹکا سا لگا تھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟" اس نے مشکوک نظروں سے احمر کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو اس نے گہری سانس لے کر حمزہ کو نیچے کارپٹ پر اتارا اور سبین کی طرف متوجہ ہوا۔

"اب بھی کل اگر تم مجھے احساس نہ دلاتیں تو شاید ساری عمر ہی دماغ خراب رہتا۔ مجھے احساس ہی نہ ہوتا کہ تم کیا چیز ہو۔"

احمر کے انداز اسے گھبراہٹ میں مبتلا کرنے لگے۔ جبکہ احمر کو اپنے اس اندازے کے درست ہونے پر بہت خوشی ہوئی کہ جب تک وہ دبتا رہا وہ دباتی رہی تھی مگر اب جب کہ وہ پلٹ کر حملہ آور ہوا تھا تو چھپنے کو راہ ڈھونڈنے لگی تھی۔

"تم مجھے پھپھو کی طرف لے کر نہیں گئے تھے اسی لیے میں نے الارم سیٹ کر کے تمہارے کمرے میں چھپا دیئے تھے۔" وہ ذرا سنبھل کر تفاخر سے بولی تو احمر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کون سے الارم؟"

"وہی جو ساری رات شور مچاتے رہے ہیں۔" وہ

UrduPhoto.com

ہنسی مگر احمر کی سنجیدگی ویسی ہی تھی۔ بڑے سکون سے بولا۔

''جب آدمی کے اندر شور مچا ہو تو باہر کا شور کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔''

''پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو تم؟'' وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ذرا سی بات پر چراغ پا ہو جانے والے احمر کا یہ نرم و سبک پر سکون سا انداز اسے اندر ہی اندر گھبرانے پر مجبور کر رہا تھا۔ اگلے لمحے اسے کرنٹ سا لگا۔

''ذرا بیٹھو سو سہی۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا۔ بمشکل اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر اس نے اپنا ہاتھ کھینچا اور رکھائی سے بولی۔

''جی نہیں، شکریہ۔''

''میں تم سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ کہہ رہا تھا۔

''مگر میں اس وقت کوئی ضروری بات سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' وہ اپنی جان چھڑاتی کچن کی طرف بھاگی جہاں بھابی کوفتے بھون رہی تھیں۔

اپنی کامیابی پر احمر کا جی چاہا ایک زوردار قہقہہ لگائے۔ جس مسئلے نے اتنے عرصے سے اس کا بی پی ہائی کر کے اس کو تگنی کا ناچ نچا رکھا تھا اس کا حل بہت آسان نکلا تھا۔

آج کتنے ہی دنوں کے بعد اس کا موڈ بہت اچھا ہونے لگا۔ اس نے حمزہ کو اٹھا کر کھڑے ہوتے ہوئے اوپر اچھالا تو لاؤنج میں سوا دو سالہ حمزہ کی قلقاریاں گونجنے لگیں۔

احمر کے انداز و اطوار واقعی سبین کو حیرت بلکہ شدید جھنجلاہٹ میں مبتلا کر گئے تھے۔ اس سے احمر کا رویہ ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ آٹا گوندھتے ہوئے بھی وہ اسی الجھن میں مبتلا رہی تھی۔

''بھابی! کھانے میں کتنی دیر ہے؟'' وہ کچن کے دروازے میں کھڑا پوچھ رہا تھا۔ بھابی نے کہا۔

''بس تیار ہی سمجھو۔ روٹیاں بنانی ہیں صرف۔''

''کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک۔'' وہ آہ بھر کے بولا پھر ہنس دیا۔ ''عدنان آ گیا ہے' میں اس کے ساتھ جا رہا ہوں۔''

''کھانا تو کھا کر جاؤ بلکہ عدنان کو بھی روک لو۔ تم نے تو ناشتا بھی نہیں کیا۔'' بھابی نے اسے روکنا چاہا تھا۔

''عدنان کے ساتھ ہی کر لوں گا۔ ایک ضروری کام سے جانا ہے۔'' وہ واقعی جلدی میں تھا۔ چلا گیا۔

سبین کو اپنی اتنی اچھی شرارت کے اتنے عجیب سے رسپانس نے بدمزہ کر دیا تھا۔

''آخر اسے ہوا کیا ہے۔ کتنی خوف ناک باتیں کر رہا تھا۔''

دوپہر کے کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں تاریکی کیے لیٹی مسلسل الجھن کا شکار تھی۔

''پہلے تو کبھی وہ یوں آنکھوں میں دیکھ کر بات نہیں کرتا تھا اور میری تعریف تو اس پر کرنا ہی حرام تھی پھر ایک ہی رات میں یہ کیا ماجرا ہو گیا۔''

وہ سوچ سوچ کر تھک گئی مگر کوئی سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ تکیہ پرے کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ کمرے کی ٹھنڈک محسوس کرتے ہوئے اے سی آف کر دیا۔

''خیر۔ یونہی تو میں بھی نہیں چھوڑوں گی۔ آخر یہ چکر کیا ہے۔ پتا تو لگانا ہی پڑے گا۔ کتنی دیر تک خوش اخلاقی کا ڈھونگ رچائے گا۔''

وہ سوچتے ہوئے بستر پر لیٹ گئی۔ خنکی نے اسے نیند کی وادیوں میں دھکیلتے ہوئے اور کچھ سوچنے ہی نہیں دیا تھا۔

احمر کو اس کے خود ساختہ خول سے باہر نکالنے کے لیے وہ ایک بہت مزے کی ترکیب سوچ چکی تھی۔ چونکہ وہ دوپہر کو کھانا کھا کر نہیں گیا تھا اس لیے بھابی نے اس کے لیے کوفتوں کا سالن رکھ دیا تھا۔ سبین نے بڑے اطمینان کے ساتھ کوفتوں سے انصاف کیا اور پھر فوم کے گول اور نفیس سے کوفتے تیار کر کے شوربے میں ڈال کر انہیں چمچ سے دبایا۔ مسالہ ان کے اوپر بھی لگایا پھر قدرے ناقدانہ نظروں سے اپنی ''عظیم'' ڈش کو دیکھا تو بے ساختہ مسکرا دی۔ شوربا جذب کر کے فوم کی گولیاں نیچے بیٹھ گئیں تھیں' دوسرے اوپر مسالہ لگا

ہونے کی وجہ سے یہ سوچنا بھی مشکل تھا کہ اصل بات کیا ہے۔

رات کھانے کی میز پر سب جمع تھے۔

"یہ ڈش اسپیشلی تمہارے لیے ہے۔" سبین نے ڈونگا بطور خاص احمر کے آگے رکھا تو وہ اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ وہ جز بز ہوکر اپنی پلیٹ پر جھک گئی۔ انکھیوں سے دیکھا وہ اپنی پلیٹ میں کوفتے نکال رہا تھا۔ سبین کو اپنی ہنسی پر کنٹرول کرنا ابھی سے محال ہونے لگا۔

"سبین! یہ کوفتوں والا ڈونگا پکڑانا۔" اپنے ابو کی آواز پر وہ گڑبڑا گئی تھی۔

"جی یہ تو احمر کے لیے ہے۔"

"تو کیا ہوا۔ اس کا کون سا نام لکھا ہے ان پر۔" امی نے کہتے ہوئے ڈونگا اٹھا کر ان کی طرف بڑھا دیا۔ جبکہ سبین بے بسی سے احمر کو دیکھ رہی تھی جس نے نوالے سے توڑنے کی غرض سے کوفتے کو دبایا تو فوم نے جذب کیا ہوا سارا شوربہ اگل دیا اور اب وہ تحیر سے دوبارہ کوفتے کو اپنی سابقہ شکل میں آتے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا ہے بھئی؟" جتنی حیرت ابھی اس نے احمر کی شکل پر دیکھی تھی اتنی ہی ابو کی آواز سے ظاہر تھی۔ یقیناً انہوں نے بھی کوفتے کے ساتھ وہی حرکت آزمائی تھی جو ابھی احمر کرچکا تھا۔ وہ یوں اپنی پلیٹ کی طرف متوجہ تھی جیسے وہاں موجود ہی نہ ہو۔

"ہائے اللہ...... دوپہر میں تو بالکل ٹھیک تھے ابھی انہیں کیا ہوگیا۔" بھابی بے چاری پریشان تھیں۔

"یہ تو فوم کاٹ کے کسی نے......" چچا جان نے بغور معائنہ کرتے ہوئے سبین کو دیکھا تھا۔

"یہ یقیناً بی کی شرارت ہے۔"

"وہ ابو میں نے تو احمر کے لیے......" وہ منمنائی۔ ایک نظر اطمینان سے شوربے کے ساتھ روٹی کھاتے احمر پر ڈالی تو باقی بات بھول گئی۔

"بہت بری بات ہے سبین۔" ابو نے اسے سرزنش کی تو وہ واقعی شرمندہ ہوگئی جب کہ باقی سب اس کی ہوشیاری پر ہنس رہے تھے اور جس کے لیے اس نے ساری محنت کی تھی وہ آرام سے کھانا کھا رہا تھا۔ نہ غصہ نہ ہنگامہ۔

"ویسے تمہارا دماغ بہت تیز ہے۔ مجال ہے جو ذرا بھی کسی کو شبہ ہوا ہو۔" بھابی برتن سمیٹتے ہوئے داد دینے والے انداز میں کہہ رہی تھیں مگر وہ سخت بدمزہ تھی۔

"کیا فائدہ رہا اتنی ذہانت کا۔ آپ نے دیکھا نہیں احمر کو ذرا بھی غصہ نہیں آیا۔ یوں کھا رہا تھا جیسے میں نے شاہی کوفتے پیش کردیے ہوں۔" وہ چڑ کر بولی تو وہ ہنس دیں۔

"ہوسکتا ہے کہ اب تم پر غصے کے بجائے پیار آرہا ہو۔"

"بھابی۔" وہ چلا اٹھی۔

"تو سچ کہہ رہی ہوں نا۔ دیکھو پہلے تو وہ چیخنے چلانے لگتا تھا مگر آج تو حد ہی کردی اس نے۔ ورنہ تو شاید پلیٹ تمہارے سر پر دے مارتا بمعہ فوم کے کوفتوں کے۔" وہ اپنی بات پر اڑی ہوئی تھیں۔ سبین نے ناراضگی سے برتن وہیں چھوڑ دیے۔

"آپ کو تو عثمان بھائی نے ویسے ہی کسی کام کا نہیں چھوڑا۔ دماغ چل گیا ہے آپ کا۔"

اسے جاتے دیکھ کر ہنستے ہوئے انہوں نے آواز لگائی تھی۔

"یہ اچھا بہانہ ہے کام چھوڑ کے جانے کا۔"

کتنی ہی دیر وہ اپنے کمرے میں بے چینی سے پھرتی رہی تھی۔ پھر یونہی کھڑکی میں آئی تو نیچے لان میں احمر کو ٹہلتے دیکھ کر چند ثانیے یونہی کھڑی دیکھتی رہی پھر کچھ خیال آنے پر وہ پلٹی اور تیزی سے نیچے آئی۔ ابو اور تایا ابو ٹی وی پر خبریں سن رہے تھے۔

"کدھر؟" اس کا رخ باہر کی طرف دیکھ کر بھابی نے حیرت سے پوچھا تو وہ بولی۔

"ذرا باہر لان میں جارہی ہوں۔"

"دھیان رکھنا۔ احمر بھی وہیں ہے۔"

"بھابی۔" ان کے معنی خیز انداز اور شرارت پر وہ بھنچے بھنچے لہجے میں چلا اٹھی۔ وہ ہنستی ہوئی اپنے بیڈروم

میں چلی گئیں تو وہ ان کی سوچ پر افسوس کرتی باہر لان میں نکل آئی۔

وہ واپس پلٹا تو اسے دیکھ کر قدرے حیران ہوا پھر مسکرا دیا۔ اور اس کی یہی مسکراہٹ سبین کو چڑا رہی تھی۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے احمر؟" بہت ضبط سے اس نے پوچھا تو وہ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

"اصولی طور پر تو مجھے اس کا جواب نفی میں دینا چاہیے۔"

"کیا مطلب؟" وہ آنکھوں میں الجھن لیے اسے دیکھنے لگی۔

"دیکھو سبین! جسے رات بھر نیند نہ آئے اور وہ ایک ہی شخص کو سوچتا رہے تو تمہارے خیال میں کیا اس کا دماغ ٹھیک رہ سکتا ہے؟" وہ بڑے آرام سے پوچھ رہا تھا۔ سبین حد درجہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ قدرے جھنجلا کر بولی۔

"تم اتنے عجیب سے کیوں ہورہے ہو اور تمہیں غصہ کیوں نہیں آرہا؟"

"غصہ۔" وہ آہستہ سے کہہ کر ہنس دیا۔ "وہ سب اب بھول جاؤ۔ اب تو اس چہرے کے علاوہ اور کچھ بھاتا ہی نہیں ہے۔" وہ بڑے پرسکون انداز میں کہتا اس کے چہرے کو نظروں کی گرفت میں لیے ہوئے تھا۔

وہ خائف سی بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ بے تحاشا حیرت سے پوچھا۔

"کیا ہوگیا ہے تمہیں احمر؟"

"وہی جو تم نے کہا تھا۔" وہ ہنوز پرسکون تھا۔

"کیا؟" وہ نا سمجھنے والے انداز میں پوچھ بیٹھی۔

"یہی کہ میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔"

"واٹ......؟" اس کے یوں آرام سے کہہ دینے سے سبین کو بھی اتنی ہی زور کا جھٹکا لگا تھا جتنا کہ کبھی احمر کو لگا تھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟"

"تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ مجھ سے کیسا پردہ۔ اور یہ بھی کہ میں اپنے دل کی بات تمہیں بتادوں' رات کی نیند حرام نہ کروں۔" وہ اسے یاد دلا رہا تھا اور سبین ہراساں ہوئی جارہی تھی۔

"وہ سب 'مذاق تھا' بکواس تھی۔"

"اوکی فار یو سبین۔ میری تو یہ زندگی کا معاملہ ہے۔" وہ اسی رسان سے بولا تو حواس باختہ ہونے کے باوجود وہ دانت پیس کر بولی۔

"تم بالکل پاگل ہوگئے ہو۔ اسی لیے اول فول بول رہے ہو۔"

احمر نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔ سبین کو یوں ہراساں کرنا اور دیکھنا واقعی بہت لطف اندوز بات تھی۔

"میں نے تمہیں اپنے دل کی بات بتادی ہے' اب تم جو چاہے کہو ورنہ اپنا تو وہ حال ہے کہ

ہر لفظ کتابوں میں تیرا عکس لیے ہے
اک چاند سا چہرہ ہمیں سونے نہیں دیتا

سبین کو اپنے پورے جسم کا خون چہرے پر جمع ہوتا محسوس ہوا تھا۔ ایک دم سے احمر نے کیسے روپ بدلا تھا۔ وہ تو جیسے رکتی دھڑکنوں کو سنبھالتی وہاں سے سرپٹ بھاگی تھی اور پیچھے احمر کتنی ہی دیر اپنی باتوں اور سبین کی حالت پر ہنستا رہا تھا۔ اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ سبین کو سیدھا کرکے ہی چھوڑے گا۔ دوسرے اب اسے تنگ کرنے کا مزہ بھی آنے لگا تھا۔

کتنی ہی دیر گنگناتے ہوئے وہ لان میں گرمی کے باوجود ٹہلتا رہا تھا۔

❖❖❖

وہ تو اب جیسے احمر کو ستانا' زچ کرنا بھول ہی گئی تھی۔ اس کا سامنا کرنے کے خیال سے ہی اب تو ہاتھ پاؤں سنسنا اٹھتے تھے۔ ایک عرصہ ان کے مابین جنگ و جدل کا سماں رہا تھا' باقی سب نوٹ کیوں نہ کرتے۔ بھابی نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"بات کیا ہے بی جان۔ تمہارا کیا احمر سے پردہ چل رہا ہے؟"

"جی نہیں۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔" پرزور انداز میں تردید کرنے کے بعد وہ فوراً جھک کر حمزہ کو سیریلیک

UrduPhoto.com

کھلانے لگی تو اس کے گریزاں انداز کو اچھی طرح سمجھتے ہوئے وہ اس کے سامنے والی ڈائننگ چیئر پر بیٹھ گئیں۔

"جھوٹ تو تم اس سے بولو جو تمہیں جانتا نہ ہو۔ اور تمہارا تو چہرہ ساری کہانی کہہ رہا ہے۔" ان کے شرارتی لہجے پر وہ بے اختیار ہنس دی۔

"یقین کریں بھابی ایسا کچھ نہیں ہے۔ پتا نہیں آپ کو بار بار اس طرح کے خیالات کیوں رہے ہیں؟"

"یہ تو کوئی بے وقوف بھی سمجھ سکتا ہے۔ پہلے تو دونوں اپنے اپنے محاذ پر ڈٹے ہوئے ایک دوسرے کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے اور اب یوں شیر و شکر ہوئے جا رہے ہو۔" وہ گویا برا مان کر بولی تھیں۔ ان کے انداز پر سبین کو ہنسی آ گئی۔

"تو آپ نے بھی یہ بات سمجھ لی جو بقول آپ کے کوئی بھی بے وقوف سمجھ سکتا ہے۔"

بھابی نے اسے گھور کر دیکھا۔ تبھی احمر بڑے فریش موڈ میں اندر آیا تھا۔ سبین کو سنجیدہ ہوتی دیر نہیں لگی تھی۔ وہ پوری طرح حمزہ کی طرف متوجہ ہو گئی۔ تبھی بھابی کو شاید سبین سے بدلہ لینے کی سوجھی تھی۔

"دیور جی...... ذرا آؤ نا ادھر۔"

"فرمائیے بھابی جی......" وہ عین سبین کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے انہی کے سے انداز میں بولا تھا۔

"یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں؟" بھابی نے تیوریاں چڑھا کر پوچھا تو جہاں سبین کو ان کے انداز پر ہنسی آئی وہاں ان کے موضوع گفتگو سے پریشانی بھی ہونے لگی۔ احمر تو آج کل یوں بھی پٹڑی سے اترا ہوا تھا جانے کیا کہہ دیتا۔

"بھئی آپ کی اپنی آنکھیں ہیں۔ مجھے کیا معلوم کیا کچھ دیکھتی رہتی ہیں؟ کیوں سبی؟" لاپروائی سے کہتے اس نے آخر میں سبین سے تائید چاہی تو وہ ان سنی کر گئی۔

"یہی تو پوچھ رہی ہوں میں۔" وہ قدرے جوش سے ٹیبل کی سطح پر ہاتھ مارتے ہوئے بولیں۔

"آخر تم دونوں میں یہ صلح کیسے ہو گئی ہے؟"

"انٹرسٹنگ کوئسچن۔" احمر نے مسکرا کر ان کے سوال کو سراہا تھا۔ "ویسے آپ کو اچھی نہیں لگ رہی یہ صلح؟"

"اچھی تو اتنی لگ رہی ہے کہ جی چاہ رہا ہے دونوں کی بالکل پکی والی صلح کروا دوں۔" وہ بے ساختہ بولیں اور ان کا مطلب سمجھ میں آتے ہی سبین کانوں تک سرخ پڑ گئی جب کہ احمر نے ہلکا سا خوش گوار قہقہہ لگایا تھا۔

"ویسے ماننا پڑے گا بھابی آپ نے تو نجومیوں کو بھی مات دے دی۔" وہ ان کی ذہانت کو سراہ رہا تھا۔ سبین نے سیریلیک کے کپ کے ساتھ ساتھ حمزہ کو بھی ٹیبل پر پٹخا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تمہیں کیا ہوا؟" بھابی ہنس رہی تھیں۔

"خدا کا شکر ہے کہ مجھے کچھ نہیں ہوا۔ آپ دونوں کا تو دماغ چل گیا ہے۔" وہ جل کر کہتی چلی گئی تھی۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم نے بھی کوئی عقل کا کام کر ڈالا۔ ورنہ میں تو سوچ کر ڈرتی رہتی تھی کہ پتا نہیں اس گھر میں دیورانی کیسی آئے گی۔ مگر سبی تو لاکھوں میں ایک ہے۔"

بھابی اس کے فیصلے کو سراہ رہی تھیں۔ وہ حمزہ کے رخساروں کو چھیڑتا حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ہے آپ کی اس تشکرانہ تقریر کا؟"

"یہی کہ سبین جیسی اچھی لڑکی تمہیں کوئی مل ہی نہیں سکتی۔"

"تو میرا کیا دماغ خراب ہوا ہے جو میں سبین جیسی ڈھونڈوں گا۔ یہ اپنی طرز کا ایک ہی پیس کافی ہے۔" وہ آرام سے بولا تو بھابی نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگیں۔

"آپ اپنے دماغ کو کن چکروں میں ڈال رہی ہیں؟" وہ مسکرا رہا تھا۔

"تم مکر رہے ہو۔ کیا تمہیں سبین پسند نہیں ہے؟" انہوں نے بے یقینی سے پوچھا تو وہ کانوں کو ہاتھ

لگاتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ابھی میں زندہ رہنا چاہتا ہوں بھابی جان۔" اس کے انداز پر وہ الجھ سی گئیں۔ اسی جاتے ہوئے کو پکارا۔

"احمر! مجھے پلیز سچ بتاؤ۔ کیا واقعی ایسی کوئی بات نہیں ہے؟"

"کل اسٹامپ پیپر پر لکھ کر ایک کاپی آپ کو بھی دے دوں گا۔" وہ اسی انداز میں کہتا چلا گیا تو وہ گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

"دھت تیرے کی۔ اور میں پتا نہیں کیا سمجھ رہی تھی۔" وہ مایوس ہو کر حمزہ کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ جو چمچ تھامے خود سے سیریلیک کھانے کی کوشش میں مصروف تھا۔

"ویسے حرج تو اس میں بھی کوئی نہیں۔ اچھا ہے اس گھر میں سبی ہی آئے۔ میری پریشانی تو ختم ہی ہو جائے گی۔" انہوں نے دل ہی دل میں اس فیصلے کو بڑوں سے اپروو کرانے کا سوچ لیا تھا۔

وہ سیدھا سبین کے پیچھے گیا تھا۔ سیڑھیاں طے کرتے ہی ٹی وی لاؤنج کے ساتھ اس کا کمرہ تھا۔ وہ آج پہلی بار اس کے کمرے میں جا رہا تھا۔ دروازے پر بڑے اسٹائل سے لگے کارٹونز اسٹیکرز اور چھوٹے چھوٹے کمنٹس وہ دلچسپی سے پڑھ رہا تھا۔ ان سب کے درمیان چارٹ کے پیس پر موٹے سیاہ مارکر سے لکھا تھا۔

"یہاں دنیا کی سب سے اچھی لڑکی رہتی ہے۔"

"ہاہ۔" اس نے مسکراتے ہوئے انگلی موڑ کر دروازے پر دستک دی تھی۔

"آ جاؤ۔" وہ مصروف سے انداز میں بولی تھی۔ وہ ناب گھما کر دروازہ کھولتا اندر داخل ہو گیا۔ وہ بستر پر بکھرے کاغذ سمیٹ رہی تھی پلٹی تو لحظہ بھر کو اپنی جگہ پر جم سی گئی۔

"تم......؟"

"تم وہاں سے چلی آئیں تو میں نے سوچا میں ہی تم سے مل لوں۔" وہ بات کرتے ہوئے آس پاس نظریں دوڑا کر دیکھتے ہوئے قدرے توقف سے بولا۔

"بہت اچھی سیٹنگ کی ہے تم نے۔"

"تھینک یو۔" وہ مدھم سے لہجے میں کہہ کر ہاتھ میں تھامے پیپرز فائل میں لگانے لگی۔

"ذرا فائل دکھانا۔" احمر نے ہاتھ بڑھایا تو اس نے خاموشی سے فائل اسے تھما دی۔

"ہوں۔ بہت اچھے اسکیچز ہیں۔ تمہارا سبجیکٹ فائن آرٹس تھا؟" وہ توصیفی انداز میں کہتا صفحات الٹتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"ہوں۔"

فائل دیکھ کر اسے تھماتے ہوئے احمر نے دیواروں پر ٹنگی پینٹنگز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ بھی تم نے بنائی ہیں؟"

"ہاں۔" سبین نے مجرمانہ انداز میں کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "اور وہ میرے لیے تم نے کیا فضول چیزیں پینٹ کی تھیں؟"

"وہ تو یونہی۔" وہ بھی ہنس دی۔

"تم تو کافی اچھی پینٹنگ کر لیتی ہو۔ آؤ باہر چل کر بیٹھتے ہیں۔" وہ بڑے دوستانہ موڈ میں کہہ رہا تھا اور اس کے انداز پر اپنے اندر ایک عجیب سی ہلچل محسوس کرتے ہوئے سبین اس سے پہلے باہر لاؤنج میں آ گئی تھی۔ وہ صوفے میں دھنس گیا۔ سبین سامنے والے صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔

"بیٹھو نا۔"

"میں...... کولڈ ڈرنک لاؤں تمہارے لیے؟" وہ سٹپٹائی تھی۔

"کم آن یار۔ اتنی فارمل کیوں ہو رہی ہو؟ میں تو یونہی تم سے باتیں کرنے کے لیے آیا ہوں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں چلتی اس کے سامنے صوفے پر ٹک گئی۔

"تم کوئی انسٹی ٹیوٹ کیوں نہیں جوائن کر لیتیں؟ گھر میں بیٹھی بور نہیں ہوتیں؟" احمر نے عام سے انداز میں بات شروع کی تو سبین کے حواس بھی ٹھکانے آنے

UrduPhoto.com

لگے۔

"میرا خود بھی ارادہ ہے چھٹیوں کے بعد این سی اے میں ایڈمیشن لینے کا۔ امید تو بہت ہی کہ ایڈمیشن مل جائے گا۔"

"ہاں۔ تمہاری ڈرائنگ اور پینٹنگ دونوں ہی اچھی ہیں۔" وہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے بولا تو سبین کو واقعی خوشی محسوس ہوئی تھی۔

"بتا ہے مجھے بہار رنگ خوشبو ہوا سب بہت فینسی نیٹ کرتے ہیں۔ ابو کہتے ہیں کہ میری پینٹنگز میں سے خوشی اور زندگی کا تاثر جھلکتا ہے۔" وہ بڑی خوش دلی سے بتا رہی تھی۔ لمحہ بھر کو کچھ سوچنے کے بعد وہ بولا۔

"تم نے کبھی محبت کو پینٹ کیا ہے؟" اگرچہ اس کا لہجہ سرسری تھا پھر بھی سبین کا دل اس قدر زور سے دھڑکا کہ پیشانی پر شبنم چمک اٹھی۔

"وہ میں کیسے پینٹ کر سکتی ہوں؟"

بہت سنبھل کر اس نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے اسے دیکھا تو اسے اپنی طرف بغور دیکھتے پاکر قدرے گڑبڑا گئی۔

"جو محبت کو پہچانتے ہیں وہ اسے پینٹ بھی کر سکتے ہیں۔ اور تم تو ایک بہت اچھی آرٹسٹ بھی ہو۔" وہ بلکے سے معنی خیز انداز میں بولا تو وہ اس کی مسکراہٹ سے کنفیوژ ہوگئی۔

"میرے خیال میں آج کل تم نے فلمیں بہت دیکھنا شروع کر دی ہیں۔" سبین نے اس کی باتوں کے معنی خیز تاثر کو ختم کرنے کے لیے بات پلٹی تو اس نے ٹیک لگاتے ہوئے اطمینان سے کہا۔

"بھول گئیں، میں تو انجان تھا یہ تمام احساسات تو تم نے جگائے ہیں۔"

"پلیز احمر۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اسے احمر کا الزام بالکل بھی نہیں بھایا تھا۔ "میرے خیال میں تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ نہ تو میں نے کبھی تمہارے متعلق کچھ فضول سوچا ہے اور نہ ہی تمہیں کوئی احساس دلانے کی کوشش کی ہے۔" اس کی آواز ہی ناگواری جھلک رہی تھی۔ مگر احمر کے اطمینان میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

"میں نے کب کہا کہ تم مجھ سے متعلق کچھ فضول سوچتی ہو۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ تم میرے متعلق اچھا سوچو۔"

"آخر ان سب باتوں کا مطلب کیا ہے؟" وہ زچ ہو کر پوچھ رہی تھی۔ احمر کے انداز و الفاظ ایک الگ ہی کہانی سنا رہے تھے۔ وہ شخص جو کل تک اس کے سائے سے بھی بچ کر چلتا تھا آج الگ ہی حربے آزما رہا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر چلتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"کیا تم اب بھی نہیں سمجھیں؟"

اس کی سنجیدگی سبین کو گھبراہٹ میں مبتلا کرنے لگی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ احمر اس راہ پر بھی چل سکتا ہے اور نہ ہی کبھی اس نے خود کو اتنا بے بس محسوس کیا تھا۔ ابھی تو زبان تالو سے چمٹی محسوس ہو رہی تھی۔

"میرے خیال میں تم اب چلے ہی جاؤ تو بہتر ہے۔" بہت ہمت کر کے اس نے کہا تو احمر کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ سبین کے ڈرے سہمے تاثرات سے بہت محظوظ ہو رہا تھا۔ یہ وہ سبین تو لگ ہی نہیں رہی تھی۔ چٹکیوں میں دوسروں کو اڑانے والی۔

"بس اتنی ہی ہمت تھی؟ پہلے تو بہت بہادر ہوا کرتی تھیں۔" وہ لطف اندوز ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ سبین نے اپنی مغلوب سی کیفیت پر لعنت بھیجتے ہوئے اسے گھورا۔

"دیکھو احمر! مجھ سے یہ فضول باتیں مت کیا کرو۔ ورنہ میں بڑی امی کو بتا دوں گی۔"

اس کی دھمکی پر وہ دلفریب انداز میں ہلکے سے ہنسا تھا۔

"یہ تو تم نیکی کا کام کرو گی۔ انہیں بھی پتا چل جائے گا کہ میں کیا چاہنے لگا ہوں۔"

ناسمجھی کا تاثر دیتے ہوئے بھی اس کی رنگت تپ اٹھی۔

"تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"تم نہ مانو بی! مگر یہ سچ ہے۔ تم نے تو واقعی میری راتوں کی نیند اڑا کے رکھ دی ہے۔" بڑے معنی خیز انداز میں کہتا وہ اسے بے اوسان کر گیا۔ سبین کو لگا جیسے لمحہ بھر ہی میں آندھیوں کا شور اسے چھو کر گزر گیا ہو۔ پیچھے ہٹتے ہوئے وہ صوفے پر گر سی گئی۔ چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا۔ اسے یوں بدحواس دیکھ کر احمر کے ہونٹوں پر محظوظ کن مسکراہٹ پھیلی تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے واپس پلٹ گیا۔

سبین نے پہلے انگلیوں کی جھری میں سے اس کی غیر موجودگی کا اندازہ کیا پھر ہاتھ چہرے پر سے ہٹا کر اس نے طویل سانس لیتے ہوئے صوفے سے ٹیک لگالی۔

احمر کے رویے نے اسے گڑبڑا کر رکھ دیا تھا۔ اس نے چھت پر نظر جمائے اس تمام صورت حال کا تجزیہ کرنا چاہا تو دل نے سچ سچ کر دھڑکتے ہوئے اعتراف کیا کہ اسے کچھ بھی ناگوار نہیں گزرا تھا۔ سبین کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

یکے بعد دیگرے اپنی شرارتوں اور احمر کے غصے کے کئی عکس آنکھوں کے آگے لہرا گئے تو بے اختیار وہ ہنس بھی دی۔ اسے قدرے حیرت بھی ہو رہی تھی کہ اتنا لڑتے جھگڑتے بھی احمر کے دل کو جانے کب اس کی کون سی ادا بھا گئی تھی۔

"خیر...... برے تو تم بھی نہیں ہو۔"

قدرے محظوظ ہوتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔ یہ ٹھیک تھا کہ اس نے کبھی بھی احمر کے متعلق اس انداز میں نہیں سوچا تھا مگر اسے یہ سب برا بھی نہیں لگ رہا تھا۔ فی الحال تو وہ انہی فیلنگز کو انجوائے کر رہی تھی۔

❖❖❖

انہی دنوں بے حد غیر متوقع طور پر احمر کے دوست عدنان کی امی اور بھابی چلی آئیں۔ انہوں نے اشاروں کنائیوں میں عدنان کے لیے سبین کی رشتے کی بات کر ڈالی تو امی پریشان ہو گئیں۔ وہ تو سبین کے لیے کچھ اور ہی سوچے بیٹھی تھیں۔ بلکہ بھابی تو اپنی طرف سے احمر کے ساتھ اس کا رشتہ پکا کیے بیٹھی تھیں۔

"میرے خیال میں شاید عدنان کی اس موضوع پر بھی بات نہیں ہوئی احمر سے۔" بھابی نے سنبھل کر کہا تو عدنان کی امی مسکرا دیں۔

"لڑکے کب آپس میں ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اور آج کل وہ زمانہ تو رہا نہیں کہ ہم ان باتوں کو برا سمجھیں۔ سچ بتاؤں تو عدنان نے ہی گھر میں سبین کے متعلق بات کی تھی۔ شاید ایک آدھ مرتبہ اس نے آپ کی بیٹی کو دیکھا ہے۔ مجھے تو بہت خوشی ہوئی کہ اس نے ہمیں ایک بہت ہی اچھے گھرانے میں آنے کو کہا۔"

مجبوراً ہی سبین کو ان لوگوں سے ملوایا گیا تو ان کی آنکھوں سے جھلکتی پسندیدگی امی کو جزبز کر گئی۔ انہوں نے پہلو بدلتے ہوئے بڑی بے تکلفی اور اپنے مخصوص دلکش انداز میں عدنان کی بھابی سے گفتگو کرتی سبین کو دیکھا تھا۔ واقعی اس کی معصومیت اور خوب صورتی نظر انداز کرنے والی تو نہیں تھی۔ اوپر سے اس کی شوخی سے چمکتی آنکھیں اور ہر پل ہنسی کے پھول بکھیرنے والی عادت۔ اسے اس وقت اور بھی دمکا رہی تھی۔

حمزہ کے رونے کی آواز سنتے ہی بھابی کو وہاں سے سبین کو ہٹانے کا بہانہ مل گیا تھا اور اس کے ڈرائنگ روم سے نکلتے ہی امی نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

"آپ کا یہاں آنا اور سبین کے رشتے کی بات کرنا یقیناً ہمارے لیے بھی بہت خوشی کی بات ہے مگر مجھے بہت افسوس ہے کہ میں آپ کی اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتی۔ اگر عدنان نے احمر سے بات کی ہوتی تو اسے پتا چل جاتا کہ سبین کی بات احمر سے طے ہے۔"

عدنان کی امی اور بھابی کی رنگت کا پھیکا پن ان کی نظروں سے چھپا نہیں رہ سکا تھا۔ انہیں افسوس تو ہوا مگر سبین واقعی انہیں اتنی عزیز تھی کہ انہوں نے کافی پہلے سے ہی اس نہج پر سوچنا شروع کر دیا تھا۔

عدنان کی امی نے فوراً خود کو سنبھال کر خوش دلی سے کہا۔

"یہ تو بہت خوشی کی خبر سنائی آپ نے۔ ہمارے

UrduPhoto.com

لیے تو عدنان اور احمر دونوں ایک جیسے ہیں۔''

''میرے خیال میں احمر نے واقعی عدنان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی ورنہ وہ ہم سے یہاں آنے کو نہ کہتا۔'' عدنان کی بھابی پرسوچ انداز میں بولیں تو بھابی نے فوراً بات سنبھالی۔

''دراصل یہ بات بہت پہلے سے بڑوں کے درمیان طے ہے۔ ان دونوں کی اسٹڈیز ڈسٹرب ہونے کی وجہ سے انہیں نہیں بتایا گیا۔ مگر احمر کے امریکہ جانے سے پہلے اب ہمارا باقاعدہ منگنی کرنے کا پروگرام ہے۔''

''اچھا۔'' وہ بجھ سی گئیں۔ پھر مسکرا کر بولیں۔ ''خدا نصیب اچھے کرے بہت پیاری بچی ہے ماشاءاللہ۔''

امی تو جیسے ان لوگوں کے جانے کے انتظار میں تھیں۔ انہوں نے رات ہی کو ابو اور چچا جان کے سامنے بات چھیڑ دی۔

''بھئی اس معاملے میں تو آپ مختار کل ہیں بھابی۔'' چچا جان ہنستے ہوئے ان پر ذمہ داری ڈال گئے تو انہوں نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر احمر کے امریکہ جانے سے پہلے میں ان دونوں کی منگنی کرنا چاہتی ہوں۔''

ان کی جلد بازی پر ابو بہت محظوظ ہوئے تھے۔ پھر بولے۔

''ہر ماں کی طرح تمہیں بھی بیٹے کے سر پر سہرا سجانے کا بہت شوق ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ احمر کی واپسی پر ایسا سوچا جائے۔ آج کل کے لڑکوں کا کیا بھروسہ۔''

''ابو ایسا تو مت کہیں۔ احمر کی نیچر ایسی نہیں ہے۔'' بھابی تو تڑپ ہی اٹھی تھیں۔ عثمان بھائی نے بھی ان کی تائید کی تھی۔

''میرا بھی خیال ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔''

''لو بھئی۔ سارے ووٹ تو اپوزیشن لے گئی۔ اب تم ہی فیصلہ سناؤ۔'' ابو نے ہنستے ہوئے چچا جان سے کہا تو وہ مسکرا دیئے۔

بھابی نے بالکل ابھی کی ماں جیسا فیصلہ کیا ہے اور پھر احمر سے بڑھ کے تو میرے لیے کوئی بھی نہیں ہے۔''

ان کے الفاظ سے رضامندی ظاہر تھی۔ بھابی فوراً ثمین کے کمرے کی طرف لپکیں۔ وہ پنسل تھامے محویت سے پیپر پر کوئی اسکیچ بنا رہی تھی۔ بھابی نے اس کے شانے پر سے جھانک کر دیکھا تو لحظہ بھر کو دنگ رہ گئیں۔ وہ بڑی مگن ہو کر احمر کے نقوش کو کاغذ پر منتقل کر رہی تھی۔ انہیں چند دن پہلے کی گفتگو یاد آ گئی۔ کیسے ان دونوں نے بات کو گھما پھرا کر چٹکیوں میں اڑا دیا تھا۔

''تو مجھے بے وقوف بنایا جا رہا تھا۔'' وہ کچھ سوچ کر مسکراتی ہوئی پیچھے ہٹیں۔ پھر قدرے کھنکاریں تو وہ بے تحاشا گھبرا گئی۔

''اوہ بھابی...... آپ؟'' فوراً فائل بند کر دی۔ بھابی اس کے پاس ہی کارپٹ پر بیٹھ گئیں۔

''کیا کر رہی ہو؟''

''کک...... کچھ نہیں۔ یونہی لائنیں کھینچ رہی تھی الٹی سیدھی۔'' وہ جھوٹ بولنے میں قطعی نکمی تھی۔ زبان لڑکھڑا سی گئی۔

''کہیں یہ الٹی سیدھی لائنیں آنتوں کی طرح گلے ہی نہ پڑ جائیں۔'' بھابی کو ہنسی آ گئی۔

''کیا مطلب؟'' وہ سنبھلی تھی۔

''مطلب کو چھوڑو۔ ایک بہت زبردست خوشخبری ہے تمہارے لیے۔'' بھابی کے لالچ دینے والے انداز پر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''وہ کیا؟''

''پہلے یہ بتاؤ کہ احمر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ اس دن بھی تم مکر گئی تھیں۔'' انہوں نے بھولپن سے پوچھا تو وہ بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپا سکی۔

''ایک تو آپ کی تعمیر میں خدا نے شاید بے یقینی کا مادہ بہت استعمال کیا ہے۔ مجال ہے جو یقین کر لیں۔''

''کس بات کا؟''

''بھئی کوئی عقل سے پیدل ہی ہوگی جو احمر کو پسند کرے گی۔ میں ایسی بے وقوفی کیوں کرنے لگی۔'' وہ

UrduPhoto.com

بڑا اتر کر بولی تو بابی نے دل میں اس کی ہوشیاری کو سراہتے ہوئے زور سے کہا۔

''شکر ہے خدا کا۔''

''آپ کیوں شکر ادا کر رہی ہیں؟'' وہ حیران ہوئی تو وہ بڑے رازدارانہ انداز میں بولیں۔

''آج ایک بہت غلط فیصلہ ہونے والا تھا۔ وہ تو میں نے دخل اندازی کر کے روک دیا' ورنہ......''

''چہ...... کیوں پزل گیم کھیل رہی ہیں؟'' وہ جھنجلائی۔

''آج عدنان کی امی اور بھابی تمہارا رشتہ مانگنے آئی تھیں' عدنان کے لیے۔'' انہوں نے دھماکا کیا۔ پل بھر میں ثمین کی رنگت بدلی تھی۔ بھابی نے بمشکل مسکراہٹ دبائی۔

''امی تو بضد تھیں انہیں انکار کرنے پر۔ ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے احمر کے لیے ہمیشہ سے تمہارے لیے سوچا ہے۔ وہ تو میرا شکریہ ادا کرو کہ میں تم دونوں کی ایک دوسرے کے لیے ناپسندیدگی کو جانتی تھی۔ میں نے امی کو سمجھا دیا تب جا کے انہوں نے عدنان کے گھر والوں کو آج ہاں کر دی ہے۔'' وہ بڑے احسان جتانے والے انداز میں کہتی اس کے بستر پر بیٹھ گئیں۔ وہ بے یقین انداز میں بھابی کو دیکھ رہی تھی۔

''ٹھیک کیا ہے نا میں نے؟ بھلا تم کبھی احمر کو پسند کر سکتی ہو۔ بقول تمہارے کوئی عقل سے پیدل لڑکی ہی ہوگی جو اس کے متعلق یوں سوچے۔'' بھابی اس کی رازداری کا خوب بدلہ لے رہی تھیں۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھ سے پوچھے بغیر' میری مرضی جانے بغیر؟'' وہ ٹوٹ کر ہوش میں آئی تھی۔

''ارے پاگل تمہارے پاس ایک ہی چوائس تھی۔ احمر یا عدنان۔ احمر تمہیں پسند نہیں ہے' میں نے تمہاری طرف سے عدنان کو سلیکٹ کر لیا۔ ورنہ امی جان تو تمہیں احمر کے پلے باندھنے پر تلی ہوئی تھیں بلکہ سب گھر والوں کی یہی مرضی تھی مگر میں نے انہیں احمر کے متعلق تمہاری رائے صاف صاف بتا دی۔ میں تم پر یہ ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔'' بھابی کی ہمدردی پر اسے رونا آ گیا۔

''ظلم......؟ ظلم تو اب کیا ہے آپ نے مجھ پر۔''

''ہیں...... کیا کہہ رہی ہو لڑکی؟'' بھابی مسکراہٹ دباتی اسے گھورتی ہوئی اس کے سامنے آ بیٹھیں۔

''ایک تو میں نے تمہارے لیے اتنا اچھا فیصلہ کیا اوپر سے تم مجھے ظالم قرار دے رہی ہو۔''

ثمین نے خود پر قابو پاتے ہوئے ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑی تھیں۔

ابھی چند دن ہی تو ہوئے تھے اس حسین خواب کو آنکھوں میں سجائے اور ان سب نے اسے اجاڑنے کا بندوبست بھی کر ڈالا تھا۔

''جا کے کہہ دیں سب کو میں کسی عدنان سے شادی نہیں کروں گی۔'' اس نے بھرائے ہوئے غصیلے انداز میں کہا تو بھابی تفکر سے بولیں۔

''اگر اس سے شادی سے انکار کیا تو پھر احمر ہی باقی بچتا ہے۔''

''تو ٹھیک ہے نا۔'' وہ بے تابی سے بولی تو بھابی نے اسے گھور کر دیکھا۔

''کیا مطلب؟''

وہ چور سی بن گئی۔ انگلیاں چٹختے ہوئے انہیں دیکھا پھر آگے ہو کر ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے شانے میں منہ گھسیڑ لیا۔

''احمر سے اچھا تو کوئی بھی نہیں بھابی۔''

اس کے اعتراف پر ہنستے ہوئے بھابی نے اسے اپنے سامنے کیا تھا۔ اس کی تمتماتی ہوئی رنگت اور شرمسار سا انداز دیکھ کر انہیں اس پر پیار آ گیا۔

''تو ہم سے ہوشیاریاں ہو رہی تھیں۔ بی بنو۔ ''احمر سے اچھا تو کوئی نہیں بھابی۔'' انہوں نے اسے چھیڑتے ہوئے اس کی نقل اتاری مگر وہ ان کی شوخی سے محظوظ نہیں ہو سکی۔ دل ابھی تک بے ترتیبی سے دھڑکے جا رہا تھا۔ وہ خائف سی پوچھنے لگی۔

''اب کیا ہوگا بھابی؟''

''اب تو وہی ہوگا جو منظور خدا ہوگا۔'' انہوں نے گہری سانس لی تو وہ روہانسی ہو گئی۔

"اب میں نے بتا تو دیا ہے پھر بھی آپ......"

"پہلے کیوں نہیں بتایا۔ اب بھگتو۔" وہ مزے سے بولیں تو سبین چڑ گئی۔

"میری کون سی بچپن سے لو اسٹوری چل رہی تھی۔ مجھے تو خود چند دن پہلے پتا چلا ہے کہ......" کہتی کہتے وہ رک گئی۔

"کہ......کیا؟" بھابی نے مسکرا کر پوچھا تو تھک ہار کر اس نے بتا دیا۔

"میری طرف سے ایسا کچھ نہیں ہوا۔ وہ تو احمر نے ہی مجھے بتایا کہ وہ مجھے......"

"اوہو۔" بھابی کو احمر کی ہوشیاری پر ہنسی آ گئی۔ کتنے سنجیدہ انداز سے وہ انکار کرتا تھا اور اب۔

"آپ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کیوں نہیں؟ میں کبھی بھی عدنان سے شادی نہیں کروں گی۔" وہ اٹل لہجے میں بولی۔ اب کی بار بھابی قہقہہ لگا کر ہنسی تھی۔

"تو کس نے کہا ہے عدنان سے شادی کرنے کو؟"

"ابھی آپ ہی نے تو کہا ہے۔"

"میں تو جھوٹ بول رہی تھی۔" وہ مزے سے بولیں۔ سبین ان کی چالاکی پر چلا اٹھی۔

"بھئی کبھی کبھی سچ جاننے کے لیے جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔" وہ لاپروائی سے کہہ رہی تھیں اور اپنا پول کھل جانے پر سبین کی رنگت تمتما رہی تھی۔

"آپ بہت چالاک ہیں۔" دانت پیس کر سبین نے انہیں گھورا تو وہ اثر لیے بغیر بولیں۔

"اب ذرا مجھ سے تمیز اور ادب سے پیش آیا کرو کیونکہ جیٹھانی کا ایک خاص مقام ہوتا ہے۔"

"آپ تو بس یونہی۔ میں بھی مذاق کر رہی تھی۔" زچ آ کر سبین نے بات سے مکرنا چاہا تھا۔

"چہ چہ۔ تو اب مجھے جا کر امی کو منع کرنا پڑے گا۔ وہ تو احمر کے امریکہ جانے سے پہلے یہ رشتہ طے کرنے پر تلی ہیں۔"

بھابی نے بڑے تاسف سے کہتے ہوئے اٹھنا چاہا تو وہ ہنستی ہوئی ان سے لپٹ گئی۔

"اوہ بھابی۔" اس قدر غیر متوقع خبر نے اس کی سانسوں میں ہلچل مچا دی تھی۔ وہ بھی ہنس دیں۔

"بہت گھنے ہو تم دونوں۔"

❖❖❖

امی کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے کتاب بستر پر اوندھی کر دی۔

"کبھی تو ان کتابوں کے علاوہ بھی کچھ کر لیا کرو۔" امی کے کہنے پر وہ مسکرایا تھا۔

"ابھی تو یہی زندگی ہے امی جان۔"

"غلط......زندگی میں اور بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔" وہ اس کے بستر پر سامنے بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"کیا ہو گیا ہے؟" وہ ہنوز مسکرا رہا تھا۔ امی نے اسے خفیف سا گھورا۔

"اتنے بھولے مت بنو جیسے کچھ جانتے ہی نہیں۔"

"خیریت تو ہے نا؟" ان کے انداز پر وہ سنجیدہ ہو گیا۔

"آج عدنان کی امی اور بھابی آئی تھیں۔" انہوں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ ہنس دیا۔

"اچھا، صبح اشاروں میں وہ کہہ تو رہا تھا۔ کیا ہوا؟"

"وہ سبین کے رشتے کی بات کر رہی تھیں۔" وہ اس کی خوشی پر جلبلا کر بولیں تو اس نے اطمینان سے کہا۔

"ہاں تو صحیح ہے نا۔ عدنان اچھا لڑکا ہے۔"

"ہاں خرابی تو تم میں ہی ہے بس۔" وہ طنزاً بولیں۔ احمر تحیر سے انہیں دیکھنے لگا۔

"میرا کیا ذکر ہے یہاں؟"

"کیوں......تمہارا ذکر کیوں نہ ہو؟ ہم پاگل نہیں ہیں جو سبین کو باہر بیاہ دیں۔" وہ خفگی سے بولیں۔ احمر ان کی بات کی گہرائی میں نہیں جا سکا۔ اس لیے انہیں راضی کرنے والے انداز میں بولا۔

"آپ اطمینان رکھیں امی۔ عدنان بہت نائس بندہ ہے اور اس کی فیملی سے تو اب آپ بھی مل چکی ہیں۔ بہت اچھا خاندان ہے ان کا۔"

"ہو گا۔ ہمیں اس سے کیا۔" ان کی بے رخی پر وہ

UrduPhoto.com

حیران ہوا۔ پھر بے اختیار پوچھنے لگا۔
”کہیں آپ نے انکار تو نہیں کر دیا؟“
”ظاہر ہے۔ انکار تو کرنا ہی تھا۔“
”مگر کیوں؟ ایسی کیا خرابی تھی اس رشتے میں؟“ وہ واقعی بے حد حیران تھا۔ امی نے ٹٹولتی نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر آرام سے بولیں۔
”بی کا رشتہ تو بہت پہلے ہی طے ہو چکا ہے۔“
”وات؟“ احمر کو جھٹکا لگا تھا۔ ”مگر ہمیں تو چچا جان نے بھی نہیں بتایا۔“
”اس لیے نہیں بتایا کہ تمہاری پڑھائی متاثر نہ ہو۔“ ان کے اس طرح سادگی سے کہنے پر احمر کو ہنسی آ گئی۔
”کمال کرتی ہیں آمی آپ بھی۔ سبین کی منگنی ہے یا اعلانِ جنگ؟“
”بس اب تمہارے جانے سے پہلے یہ رسم ادا ہو جائے گی۔“ وہ اٹل انداز میں بولیں تو وہ حیرت سے پوچھنے لگا۔
”مگر وہ ہے کون؟ کس کے ساتھ منگنی ہو چکی ہے؟“
”اور کون ہو سکتا ہے؟ میں تو بہت پہلے سے سوچے ہوئے تھی۔ آج باقی گھر والوں سے بھی رضامندی مل گئی۔ تمہارے چچا جان تو بہت خوش ہیں۔ وہ تو ویسے بھی تمہیں بہت چاہتے ہیں۔“ وہ بڑی سرشاری سے کہتی احمر کا صبر آزما ئیں۔
”مگر کون...... کس سے؟“
”چہ۔ بھئی تمہارے علاوہ اور کون ہے اس گھر میں۔ ہم نے تو طے کر لیا ہے کہ بی ہی تمہاری دلہن بنے گی۔“ وہ طمانیت سے بولیں تو احمر جیسے کرنٹ کھا کر اٹھ کھڑا ہوا۔
”کیا کہہ رہی ہیں آپ؟“
”یہ تو خوشی کی بات ہے؟“ وہ مسکرائیں۔
”خاک خوشی کی بات ہے۔“ وہ تلملایا۔ ”اور آپ کو کس نے کہا کہ میں اس سے شادی کروں گا؟“
”کہنا کس کو ہے بس ہم سب کو وہ پسند ہے۔“ وہ اسی انداز میں بولیں تو وہ دانت پر دانت جما کر رہ گیا۔ پھر بولا۔
”مگر مجھے وہ پسند نہیں ہے۔“
اس کی بات پر امی بے یقینی سے اسے دیکھنے لگیں۔
”تمہیں کون پسند ہے؟“
”اوفوہ۔“ وہ جھنجلایا۔ ”یہ کب کہا میں نے کہ مجھے کوئی اور پسند ہے؟ مگر سبین بھی مجھے پسند نہیں ہے۔“ اس نے صاف گوئی سے انکار کیا تھا جو امی کو ناگوار گزرا۔
”فضول باتیں مت کرو۔ اس جیسی تو ڈھونڈے سے نہیں ملے گی تمہیں۔“
”میں پاگل نہیں ہوا جو اس جیسی ڈھونڈنے نکل کھڑا ہوں۔ اس سے اچھی بھری پڑی ہیں دنیا میں۔“ وہ ساکا تھا۔ اس غیر متوقع خبر نے تو دماغ ہی گھما ڈالا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک ذرا سا مذاق نصیب بن جائے گا۔
”تمہارے امریکہ جانے سے پہلے ہم تم دونوں کی منگنی کی رسم ادا کر دیں گے تاکہ مزید رشتے نہ آئیں۔“ وہ بڑے اطمینان سے یوں تبادلۂ خیال کر رہی تھیں جیسے وہ لو ایگجمنٹ کرنے چلا ہو۔
”امی پلیز۔“ وہ زچ ہو کر انہیں ٹوک گیا۔ بس بال نوچنے کی کسر باقی رہ گئی تھی۔
”میں فی الحال اپنی اسٹڈیز پر دھیان دینا چاہتا ہوں۔ ان فضولیات میں نہیں پڑنا چاہتا۔ آپ اس کے لیے کہیں اور رشتہ دیکھیں بلکہ عدنان کے لیے ہی ہاں کہہ دیں۔“ اٹل انداز میں کہا۔
”دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا؟ تمہارے باپ اور چچا کے سامنے میں نے یہ بات طے کی ہے اور تم انکار اگل الاپ رہے ہو۔“ انہوں نے اسے جھاڑ دیا۔ وہ بے بس سا ان کے سامنے بیٹھ گیا۔
”امی! آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ وہ مجھے بالکل اچھی نہیں لگتی۔ اور نہ ہی اس کی اور میری ذہنی ہم آہنگی ہے۔“
”جب دونوں مل بیٹھو گے تو وہ اچھی بھی لگنے لگے گی اور انڈر اسٹینڈنگ بھی ہو جائے گی۔ آج تک بھی دونوں نے ڈھنگ سے بات کی ہو تب ہے نا۔“ ان کے انداز میں کمال کا اطمینان تھا جو احمر کا اطمینان اڑائے دے رہا تھا۔ ان کی بات پر وہ جز بز ہونے لگا۔
”زہر لگتی ہے وہ مجھے۔ ایک عادت بھی اچھی نہیں ہے اس کی۔ میرے بس میں ہوتا تو اب تک میں اسے شوٹ کر چکا ہوتا۔“
”بکومت احمر۔ یہ بڑوں کا فیصلہ ہے۔ اب تمہارا کوئی اختیار نہیں۔“ امی نے سنجیدگی سے اسے ڈانٹا تو وہ غصے سے بولا۔
”میری زندگی پر میرا کوئی اختیار نہیں؟ واہ کیا فیصلہ ہے۔“
”شرم کرو۔ بیٹھے بٹھائے اتنی اچھی لڑکی مل رہی ہے اور تم سے تو وہ ہزار درجے بہتر ہے۔“ امی کو اس کا ناشکرا پن بالکل نہیں بھایا تھا۔ سو تاڑ دیا۔ وہ بھنا کر رہ گیا۔
”امی! خدا کے لیے۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ اس کا اور میرا کیسا ریلیشن شپ ہے۔ مجھے ایسی لاپرواہ اور غیر ذمہ دار لڑکیاں زہر لگتی ہیں۔“
”شادی سے پہلے ساری لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ذمہ داریاں تو شادی کے بعد پڑتی ہیں۔ پھر خود بخود ہی ذمہ داری کا احساس ہو جاتا ہے۔“ احمر کو پورا یقین ہو رہا تھا کہ امی یہ شادی کروا کر ہی رہیں گی اور یہی خیال اسے جلتے توے پر بٹھا رہا تھا۔
بھلا سبین اور میں...... لاحول ولاقوۃ
اس نے بہت ضبط کرتے ہوئے امی کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر قدرے لجاجت بھرا انداز اپنایا۔
”امی! آپ لوگ کیوں میری لائف ڈسٹرب کرنے پر تلے ہیں۔ وہ میرے معیار کی لڑکی نہیں ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ میں کتنی معمولی برداشت کا مالک ہوں۔ لمحوں میں وہ مجھے چٹخا کر رکھ دیتی ہے۔ اندازہ کر سکتی ہیں آپ کہ بعد میں کیا ہوگا۔“
”کچھ بھی نہیں ہوگا احمر۔ بچے یہ سب معصومیت شادی سے پہلے تک ہی ہوتی ہے۔ دیکھنا دنوں میں وہ تمہارے روپ میں ڈھل جائے گی۔“ امی نے بڑے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے گویا اسے پچکارا تو وہ کوفت کا شکار ہونے لگا۔
”آپ معلوم نہیں کن خوش فہمیوں میں گھری ہیں۔“
”اب بس کرو احمر۔ وہ کوئی غیر نہیں ہے جس سے متعلق تم یوں بات کر رہے ہو۔ اور اگر اتنا ہی اعتراض ہے تو باپ اور چچا کو انکار کر آؤ۔ میں بیچ میں نہیں پڑوں گی۔“
امی کی ”چالاکی بھری“ خفگی پر وہ سلگ کر رہ گیا۔ جانتی تھیں کہ یہ کام وہ کبھی نہیں کر سکتا۔
”ایسا سلوک تو اب لوگ گاؤں میں بھی اپنی لڑکیوں کے ساتھ نہیں کرتے جیسا آپ لوگ میرے ساتھ کر رہے ہیں۔ کم از کم میری رائے تو پوچھ لیتے۔“
”تو کون سا شامیانے لگ گئے ہیں۔ ابھی تو پورا ایک ہفتہ پڑا ہے منگنی میں۔ جا کر اپنے ابو کو اپنا فیصلہ سنا دو۔ ہم نے کون سا شہر میں منادی کرائی ہوئی ہے۔“ وہ بے رخی سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئیں تو وہ بے بسی سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔
ایک مسلسل بے چینی اور کوفت کا شدید احساس تھا جو اسے اب تک کر ایک جگہ بیٹھنے نہیں دے رہا تھا۔
”امپاسیبل۔“ اس نے ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔
”پاگل ہی ہوگا جو اس سے شادی کرے گا۔“
تھک کر وہ بستر پر نیم دراز ہو گیا۔ سبین کی تمام بدتمیزیاں اور شوخیاں اس کے ذہن میں دوڑ رہی تھیں۔
”وہ کبھی بھی بدل نہیں سکتی۔“ بہت سلگتی ہوئی سوچ ذہن میں ابھری تھی مگر ساتھ ہی دوسری سوچ کی ملائم سی لہر نے اسے ٹھنڈا کر دیا۔
”مگر پچھلے ایک ہفتے سے تو وہ بہت بدل گئی ہے۔“ وہ قدرے حیران ہوا پھر لحظہ بھر کو سوچنے لگا کہ وہ کیوں

UrduPhoto.com

بدل گئی ہے۔'' وہ قدرے حیران ہوا پھر لحظہ بھر کو سوچنے لگا کہ وہ کیوں بدل گئی ہے۔

''اوہ...... جب سے میں نے اظہار محبت کیا ہے تب سے۔''

اس کی سوچ پھر سے رواں ہوئی تھی۔

''اگر وہ اظہار محبت ہی سے اتنا بدل سکتی ہے تو پھر جب میری مکمل توجہ اور محبت ہوگی تب۔ ہنہ بکواس۔''

اس نے کروٹ بدلتے ہوئے کتاب اٹھالی مگر ایک لفظ بھی پڑھ نہیں پایا۔ یہ خبر اس قدر غیر متوقع تھی کہ وہ ابھی تک بے یقینی کے سمندر میں خود کو گھرا ہوا محسوس کررہا تھا۔

''کیا میں جاکے ابو سے صاف انکار کردوں؟ مگر ان کے سامنے تو بات کرلینا ہی غنیمت ہے۔ کجا اپنی شامت بلوانا۔ تو پھر......؟ امی تو جیسے اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا بیٹھی ہیں۔''

اس نے اکتا کر کتاب بند کردی اور سکون کی خاطر آنکھیں موند لیں۔

''ایک ہفتہ...... پھر منگنی ہوجائے گی۔ اور وہ لڑکی مجھے بالکل بھی اچھی نہیں لگتی۔ کیا کروں گا میں؟ لیکن میرے ذرا سے بدلنے پر وہ مجھ سے اتنا کترانے لگی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ......'' وہ آنکھیں کھول کر چھت کو دیکھنے لگا۔ پھر گویا اپنے آپ کو ملامت کی۔

''چہ...... مجھے کیا ضرورت پڑی ہے ہلکان ہونے کی۔ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ گھر والے بھی کیا یاد کریں گے۔'' کافی منتقمانہ انداز میں اس نے سوچا تھا۔

اگلے دو روز تک وہ سبین کو دیکھ تک نہیں پایا۔ گھر میں مچی خوشگوار سی ہلچل سے اسے اندازہ ہوگیا کہ یہ منگنی ہوکر ہی رہے گی۔ بازاروں کے چکر لگ رہے تھے۔ مہمانوں کی لسٹیں بن رہی تھیں۔ ایسے میں احمر کو اپنا آپ بالکل فالتو سا محسوس ہورہا تھا۔ اس کی ساری تیاری عثمان بھائی نے اپنی پسند سے کی تھی۔ وہ رہ رہ کر سلگ رہا تھا۔ کسی بھی معاملے میں اس کی رائے نہیں لی جارہی تھی۔

وہ دوپہر ڈھلے گھر لوٹا تو دروازہ سبین نے کھولا تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ واپس پلٹ گئی۔ وہ دروازہ بند کرکے تیزی سے اس کے پیچھے لپکا تھا۔ لاؤنج میں داخل ہوا تو وہ اپنے پورشن کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔

''امی اور بھابی کدھر ہیں؟'' اس نے اسے روکنے کی غرض سے پوچھا تو وہ پلٹے بغیر بولی۔

''بازار گئی ہیں۔''

''میرے لیے ایک گلاس پانی لانا۔'' وہ آرڈر دیتا وہیں صوفے پر براجمان ہوگیا۔ ناچاہتے ہوئے بھی سبین کو کچن کی طرف بڑھنا ہی پڑا۔ وہ پانی کا گلاس لے کر لوٹی تو وہ کسی سوچ میں گم بیٹھا تھا۔

''یہ پانی۔'' جھجکی سی آواز پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا تو چند لمحے دیکھتا ہی رہا۔ کرنڈی کا گرین پیرٹ اور مسٹرڈ پرنٹ کا سوٹ پہنے وہ اس سے بہت کترائی ہوئی لگ رہی تھی۔

''بیٹھو۔'' پانی کا گلاس لیتے ہوئے وہ مختصراً بولا تو دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اس کے ساتھ والے صوفے پر ٹک سی گئی۔

گھونٹ گھونٹ کرکے بڑے پرسوچ انداز میں اس نے پانی پیا تھا۔ اس دوران وہ بے وجہ اپنے ہاتھوں پر نظریں جمائے بیٹھی رہی تھی۔

''تمہیں پتا ہی کہ تمہاری اور میری منگنی ہورہی ہے؟'' بہت اچانک احمر نے پوچھا تو وہ ٹپٹا کر اسے دیکھنے لگی۔ اس دوران جو رنگ اس کے چہرے پر پھیلے تھے وہ احمر کو ثانیہ بھر کے لیے الفاظ بھلا گئے۔

''کیا تم نے ایسا کچھ کہا تھا گھر میں کسی سے؟'' خود کو سنبھالتے ہوئے وہ پوچھنے لگا تو سبین کی آنکھوں میں حیرت سمٹ آئی۔ اس نے الجھ کر نفی میں سر ہلایا تھا۔

''تو پھر یہ فیصلہ کیسے ہوگیا؟'' وہ تلخی سے بولا۔

''میں کیا کہہ سکتی ہوں۔'' وہ پہلو بچاتے ہوئے نظریں جھکا کر بولی تھی۔

''عدنان میں کیا خرابی تھی جو اسے انکار کرڈالا؟ اچھا بھلا رشتہ موجود تھا پھر یہ نیا فساد ڈالنے کی کیا

UrduPhoto.com

ضرورت تھی؟'' اس کی خفگی اب سبین کی سمجھ میں آئی تھی۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

''مگر یہ سب تو تم بھی چاہتے تھے۔'' شرم و حیا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ چیختے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

''میں چاہتا تھا!'' وہ تمسخرانہ انداز میں ہنسا۔ ''میں تو جیسے تمہارے فراق میں مر رہا تھا۔''

سبین تحیر سے اسے دیکھنے لگی۔ ابھی چند دن پہلے تک تو وہ اسے ہر طریقے سے اپنی محبت کا یقین دلانے میں لگا رہتا تھا اور اب یوں لگ رہا تھا جیسے منگنی نہیں اس پر کوئی ظلم ہورہا ہو۔

''کیا کہنا چاہتے ہو تم؟'' بہت سنجیدگی سے اس نے پوچھا تھا۔

''میں صرف تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ منگنی صرف گھر والوں کی مرضی کا نتیجہ ہے۔''

اس کی غیر متوقع بات پر چند لمحوں تک وہ بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی پھر بہت متوازن لہجے میں بولی۔

''اور وہ سب جو تم مجھے کہتے رہے ہو؟''

''وہ تمہارا دماغ درست کرنے کا ایک واحد حل تھا۔'' وہ بے حد اطمینان سے بولا تو سرخی کی لہر سبین کی رنگت بدل گئی۔ مگر ساتھ ہی غصے کی تند و تیز لہر نے بھی اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ کتنے آرام سے وہ اسے بے وقوف بنانے کا اعتراف کررہا تھا۔

''تو یہ سب مجھے کیوں بتارہے ہو؟ اتنی ہی ہمت تھی تو انکار کردیتے۔''

''پہلے میں تمہاری غلط فہمی دور کرنا چاہتا تھا۔'' وہ بڑے سکون سے اس کے تاثرات ملاحظہ کررہا تھا۔ وہ کبھی روئی نہیں تھی مگر اب اسے رونا آنے لگا تھا۔

''تم بھی اپنی غلط فہمی دور کرلو۔ میں بھی مر نہیں رہی تمہارے لیے۔ جہنم میں جاؤ تم۔'' وہ غصے سے پھنکارتی اٹھ کھڑی ہوئی تو بہت ضبط کے باوجود بھی اس کی آنکھیں جل اٹھی تھیں۔

''میں تو کچھ نہ کچھ کرہی لوں گا۔'' وہ شانے اچکا کر بے نیازی سے بولا تو ایک گرم لہر سبین کے سر سے پاؤں تک دوڑ اٹھی۔

''اب تم یہ بھی دیکھنا کہ میں کیا کرتی ہوں۔'' شعلہ بار انداز میں کہتی وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی اور اوپر جانے لگی۔

احمر کو یکلخت ہوش آیا تھا۔ اتنے غصے میں وہ جانے کیا کرلیتی۔ الٹے دماغ کی تو وہ پہلے ہی تھی۔ اوپر سے احمر کے غیر متوقع رویے نے اسے دوآتشہ کردیا تھا۔

وہ تیزی سے اس کے پیچھے لپکا اور دو دو تین تین سیڑھیاں پھلانگتا اس کے پیچھے آیا۔ اس کے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ غصے میں بھری چیزیں الٹ پلٹ کرنے کے بعد اب سائیڈ ٹیبل کی دراز چیک کررہی تھی۔

''خودکشی۔''

احمر کے ذہن میں پہلا خیال یہی آیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کا بازو جکڑ لیا۔

''چھوڑو مجھے۔'' وہ چلائی تھی۔ احمر نے اسے بستر پر دھکیل دیا۔

''کیا بے وقوفی ہے یہ؟'' وہ غرایا تھا۔

''تم میرے کمرے میں کیوں آئے ہو؟'' وہ اثر لیے بغیر چیخی۔ احمر نے سخت ناگواری سے اسے دیکھا۔

''کیا کرنے لگی تھیں تم؟''

''تمہیں کیا۔ میں جو جی چاہے گا وہ کروں گی۔'' اس نے چہرہ رگڑ کر آنسو صاف کیے تھے۔

''پاگل تو نہیں ہوگئیں تم؟ ایسا کیا ہوگیا ہے جو۔'' وہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے تیز لہجے میں کہنے لگا تھا کہ سبین اس کی بات کاٹ گئی۔

''بات مت کرو تم مجھ سے۔ بس چلے جاؤ یہاں سے۔ اتنے دنوں تم مجھ سے جھوٹ بولتے رہے ہو اور اب تماشا بنا رہے ہو۔'' بہت ضبط کرتے ہوئے بھی اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ اس کے شکوے سے پر انداز پر وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

چند آنسوؤں نے ہی دل پر سے ہر بدگمانی کا داغ مٹادیا تھا۔ اس کی ہنسی پر سبین نے غصے سے اسے دیکھا تو ادھر کچھ دیر پہلے کی ناگواری اور کوفت غائب تھی۔

"تماشا تو اب میرا بنے گا۔ تم واقعی مجھے اچھی لگنے لگی ہو۔" وہ بڑے آرام سے بولا تو سبین زچ ہوگئی۔

"تم ایک بار پکا سوچ کیوں نہیں لیتے؟"

"سوچ لیا ہے یار۔ اور ایسی کہاں ملے گی جو میری خاطر خودکشی کرلے۔" اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے وہ شرارت سے بولا تو وہ بھونچکی رہ گئی۔

"خودکشی؟" تحیر سے اسے دیکھا۔

"ابھی کیا کرنے لگی تھیں؟" وہ پہلی بار دل سے مسکرا کر اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ کتنی نئی اور اچھی لگ رہی تھی وہ۔

اس کی حد درجہ خوش فہمی پر سبین کی سمجھ میں نہیں آیا ہنسے یا رو دے۔ اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے اس نے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں سے اپنی فائل نکال کر کھولی اور اپنے بنائے ہوئے احمر کے چند اسکیچز اس کے سامنے رکھے۔

"میں تو انہیں پھاڑنے لگی تھی۔" وہ بہت معصومیت سے بولی تو ایک نظر ان اسکیچز پر ڈال کر سبین کو گھورتے ہوئے وہ ہنس دیا۔

"لگتا ہے کہ اپنی ساری لائف بس خوش فہمیوں ہی میں گزرنے والی ہے۔"

"میں اب تم سے منگنی نہیں کروں گی۔ جب میں تمہیں پسند ہی نہیں تو......" وہ ناراضگی سے بولی تو اپنے اسکیچز دیکھتے ہوئے وہ اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

"تو کیا ہوا۔ تم تو مجھے پسند کرتی ہو۔ کتنی محنت سے میرے اسکیچز بناتی رہی ہو۔"

"بکواس۔ یہ تو یونہی۔" اسے فوراً رونا آ گیا۔

"آئی ایم سوری بی...... دیکھو یہ سب فضول باتیں بھول جاؤ۔" وہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔ "یہ ٹھیک ہے کہ میں نے کبھی تمہیں اس لحاظ سے نہ سوچا ہے اور نہ پسند کیا ہے۔ مگر یقین کرو کہ اب میں تمہیں ناپسند بھی نہیں کرتا۔"

"تو وہ سب جھوٹ کہا تھا تم نے؟" اس کی آنکھیں چھلکنے کو بے تاب تھیں۔ سرخ لبوں کو دانتوں سے کچلتی وہ اس کے لیے امتحان بننے لگی۔

"تب تک تو جھوٹ ہی تھا۔" وہ ایک ٹک اسے دیکھتے ہوئے سوئے سوئے انداز میں بولا پھر ہنس دیا۔ "لیکن اب یہ سچ ہے۔"

"میں کیسے مان لوں؟" اس کی دھڑکنیں ابھی تک تھم تھم کے چل رہی تھیں۔ "کیا پتا اب بھی تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"چلو چار دن صبر کرلو پھر دیکھنا میں جھوٹ بول رہا ہوں یا سچ کہہ رہا ہوں۔"

کچھ سوچ کر کہتے ہوئے احمر نے اس کا رخسار تھپتھپایا تو وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی خود وہ بھی اپنی اس بے ارادہ حرکت پر خجل سا ہوگیا تو فوراً پلٹ کر کمرے سے چلا گیا۔

سبین کو پھر سے رونا آنے لگا کہ اب پتا نہیں کیا ہوگا۔

اور پھر ہوا یہ تھا کہ جس روز منگنی طے ہونا قرار پائی تھی اسی روز ان کا نکاح ہوگیا تھا۔

کتنی ہی دیر وہ بے جان بیٹھی رہی تھی۔ بھابی اور دیگر کزنز نے اسے چھیڑ چھیڑ کر ناک میں دم کر رکھا تھا۔ پتا نہیں احمر نے سب کو کیسے کنوینس کیا تھا جو وہ لوگ منگنی کے بجائے نکاح پر رضامند ہوگئے تھے۔

سبین کے لیے تو اس کا سامنا کرنا محال تھا۔ احمر کا اس سے ملاقات کرنے کو دل تو چاہتا تھا مگر اب جب کہ اس کے امریکہ جانے میں چند ہی دن رہ گئے تھے تو وہ خاصا مصروف ہوگیا تھا۔ نکاح کے بعد سے اس کی سبین کے ساتھ کوئی بات نہیں ہوئی تھی اور مجال تھی جو اس کی موجودگی میں وہ نیچے آجاتی جس کا شکوہ احمر نے بھابی سے بھی کردیا تھا۔

"دیکھو بھئی بات صاف ہے میں ملازمہ تو نہیں ہوں جو ہر کام میں ہی کروں۔ اب وہ تمہارا گھر والا ہے۔ جاکے پیکنگ کرو اس کی۔"

بھابی نے سبین کے لتے لیے تھے پھر اس کی ایک بھی سنے بغیر اسے احمر کے کمرے میں لاکر ہی دم لیا تھا۔

"بھابی! دماغ تو صحیح ہے آپ کا؟" وہ زچ آ گئی تھی۔

"خاموشی سے کام کرو۔ ایک سوٹ کیس اور بیگ پیک کرنا ہے بس۔" انہوں نے آرام سے کہتے ہوئے بستر پر پھیلے احمر کے کپڑوں اور دیگر چیزوں کی طرف اشارہ کیا تھا

سبین نے باتھ روم کے بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بے بسی سے کہا۔

"میں بعد میں کردوں گی نا۔"

"پرسوں صبح ساڑھے چار بجے کی فلائٹ ہے اس کی۔ کل کا دن ہی تو رہ گیا ہے۔ بعد میں کب کروگی؟" وہ چڑ کر بولیں پھر اسے کام شروع کرنے کا اشارہ کیا تو وہ مرے مرے انداز میں سوٹ کیس کھول کر کپڑے تہہ کرنے لگی۔

"میں ذرا حمزہ کو دیکھ آؤں۔" وہ بہانے سے بولیں جو سبین اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔

"ہاں دیکھ آئیں۔ اس سے پہلے تو جیسے کبھی دیکھا ہی نہیں نا۔" اس کے طنز پر وہ ڈھٹائی سی ہنستی ہوئی چلی گئیں۔ سبین نے ایک نظر باتھ روم کے بند دروازے کو دیکھا اور تیزی سے کام نمٹانے لگی۔ احمر باہر نکلا تو سبین کو موجود پا کر بے اختیار ٹھٹک گیا۔ پھر ایک فطری سی خوشی نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ بالوں کو تولیے سے رگڑتا وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"آج تو بڑے بڑے لوگ آئے ہوئے ہیں ہمارے کمرے میں۔"

دل بے تحاشا دھڑکا اور اس کے ہاتھوں کی رفتار سست پڑ گئی۔ اتنی ہمت بھی نہیں ہوئی کہ نظر اٹھا کر اسے دیکھ ہی لے۔ احمر کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دیکھ لیا نا پھر کہ میں کتنا سچا ہوں؟" تولیا اس پر پھینکتے ہوئے اسے چھیڑنے والے انداز میں کہتا وہ کرسی پر پڑی شرٹ اٹھا کر پہننے لگا۔ شیمپو کی دلفریب سی مہک اس کی سانسوں کو معطر کرگئی۔ اس نے تولیے کو سائیڈ پر ڈال دیا تھا۔ اب بہت مرے مرے انداز میں

ہجر کی راکھ اور وصال کے پھول

آج پھر درد و غم کے دھاگے میں
ہم پرو کر ترے خیال کے پھول
ترک الفت کے دشت سے چن کر
آشنائی کے ماہ و سال کے پھول
تیری دہلیز پر سجا آئے!
پھر تری یاد پر چڑھا آئے!
باندھ کر آرزو کے پلے میں
ہجر کی راکھ اور وصال کے پھول

(المطرہ۔ نمائش کراچی)

وہ کپڑے تہہ کرکے رکھ رہی تھی۔

وہ اس کے سامنے آ بیٹھا اور بڑے اشتیاق سے اسے دیکھنے لگا۔ اس حرکت نے سبین کو گڑبڑا دیا تھا۔ وہ سب کچھ یونہی چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا؟" احمر ہنسنے لگا۔

"اب باقی پیکنگ خود کرلینا۔" وہ یونہی کتراتے ہوئے انداز میں کہہ کر جانے لگی تھی مگر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس بٹھا گیا۔

"چلو ٹھیک ہے مگر ہم باتیں تو کرسکتے ہیں نا؟" اس کی فرمائش پر سبین کے چہرے پر بہت دلفریب سی دھنک پھیلی تھی۔

"کیا باتیں؟"

احمر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل گئی وہ اپنے ہاتھ میں دبے اس کے نرم و گداز ہاتھ کو دیکھنے لگا۔ پھر شرارت سے بولا۔

"وہی باتیں جن کے لیے میں نے منگنی کے بجائے نکاح کرایا ہے۔"

"احمر۔" وہ سرخ پڑ گئی۔ تو احمر کا دل اتنے تمام عرصے میں پہلی بار انوکھے طریقے سے دھڑکنے لگا۔ اپنی بدلی ہوئی کیفیت اسے خود ہی محظوظ کرنے لگی تھی۔

"دیکھو نا میں کتنے عقلمندانہ فیصلے کرنے لگا ہوں۔ جب سے میرے انداز بدلے ہیں، میری لائف

UrduPhoto.com

پرسکون ہوگئی ہے۔ دن رات سکون سے گزر رہے ہیں۔ نہ تو کوئی قوم کے کوفتے کاٹ کر کھلاتا ہے اور نہ ہی بھی کسی نے پلاسٹر آف پیرس کی رس ملائی بنائی ہے۔"

وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔ وہ ہونٹ دانتوں تلے دبا کر ہنسی روکنے لگی۔ وہ چند سیکنڈ اسے دیکھنے کے بعد سنجیدگی سے بولا۔

"مگر کتنی عجیب سی بات ہے نا کہ اب تم میرے کمرے میں ٹائم پیس نہیں چھپاتیں مگر پھر بھی مجھے رات کو نیند نہیں آتی۔"

اس کے سنجیدہ لہجے میں چھپی معنی خیزی سبین کو گڑبڑا گئی تھی۔ اس نے فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

"میرے خیال میں تم واقعی رات ٹھیک سے نہیں سوئے۔ آرام کرو۔" وہ اسے مشورہ دیتی اٹھ گئی۔

"ملتی تو جاؤ۔ پرسوں جا رہا ہوں میں۔"

وہ ہنسا تھا۔ سبین دروازہ کھولتے ہوئے پلٹی تھی۔

"جب جاؤ گے تب مل بھی لوں گی۔"

اس کی شوخی پر وہ بے اختیار اٹھا تھا مگر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

"چہ...... اتنی اچھی ملاقات گنوادی۔"

اسے افسوس سا ہوا تھا۔ وہ اس سے کتنی ہی باتیں کرنا چاہ رہا تھا مگر مشکل یہ تھی کہ کبھی ایسی چویشن نہیں آئی تھی اس لیے وہ بس پلاننگ ہی کرتا رہ جاتا تھا اور کچھ جھجک آڑے آجاتی تھی۔

اگلا سارا دن عزیز و اقارب کی آمد و رفت میں گزرا تھا۔ خوشی کے ساتھ ساتھ سوگواری بھی ماحول کا حصہ بنی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ احمر بھی جواب تک بڑے جوش و خروش سے تیاری اور پلاننگ کرتا رہا تھا' قدرے ست ہو رہا تھا۔ وہ کبھی بھی گھر اور گھر والوں سے دور نہیں رہا تھا مگر اب اکٹھے چار سالوں کے لیے وہ سات سمندر پار جا رہا تھا۔

رات بارہ بجے تک وہ سب اسے گھیرے میں لیے باتیں کرتے رہے تھے۔ اس کے بچپن سے لے کر اب تک کی ہر بات دہرائی جا رہی تھی۔ وہ بھی انجوائے کر رہا تھا مگر وقتاً فوقتاً وہ بالکل خاموش بیٹھی سبین پر بھی ایک آدھ نظر ڈال لیتا تھا۔ خود اس کا اپنا دل بھی عجیب سے احساسات سے لبریز ہو رہا تھا۔ وہ لڑکی جس سے متعلق اس نے چند روز قبل تک کچھ بھی نہیں سوچا تھا' نکاح کے چند بولوں کے بعد دل سے قریب لگنے لگی تھی۔

"چلو بھئی اب بس کرو۔ اسے تھوڑا سا آرام کرنے دو۔ پھر اس کی فلائٹ کا ٹائم ہو جائے گا۔" ابو نے بارہ بجے محفل برخاست کی تھی۔

وہ سب اپنے اپنے کمروں میں جا رہے تھے۔ احمر اپنی جگہ سے نہیں اٹھا تھا۔ بھابی نے سبین کا ہاتھ تھام کر اسے روک لیا۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟ اب تم لوگوں کی باری ہے باتیں کرنے کی۔"

"بھابی......" وہ انہیں دیکھنے لگی۔

"دیکھو بھئی اب اس ملن اور چار سالوں کی جدائی کے درمیان بس یہ ساڑھے چار گھنٹے بچے ہیں اور میرا خیال ہے کہ تم دونوں کو آپس میں باتیں تو ضرور کرنی چاہئیں۔"

انہوں نے کہتے ہوئے تائید طلب نظروں سے احمر کو دیکھا۔ وہ مسکرا دیا۔

"اوکے شب بخیر۔"

بھابی چلی گئی تھیں۔ سبین عجیب سے احساس میں گھری وہیں کھڑی رہ گئی۔ اتنی رات کو یوں احمر کے ساتھ تنہا۔ اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا تو وہ گھبرا کر رہ گئی۔

"چلو باہر لان میں بیٹھتے ہیں۔"

سبین کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ اس کا ہاتھ تھام کر چل پڑا۔ چاند کی چاندنی پورے لان میں پھیلی ہوئی تھی۔ اپریل کے اواخر میں بھی رات قدرے ٹھنڈی سی تھی۔

"کچھ بولو یار۔ اتنی خاموش کیوں ہو؟" لان کا ایک چکر لگانے کے بعد وہ اس کی خاموشی سے اکتا گیا۔

"میں کیا بولوں؟" وہ آہستگی سے پوچھنے لگی۔

"پہلے تو بہت بولتی تھیں۔" احمر نے ہنستے ہوئے چوٹ کی تھی۔

وہ بھی مسکرا دی۔

"پہلے تو اور بات تھی۔"

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ اب بات اور ہے۔ لہٰذا باتیں بھی "اور" ہونی چاہئیں۔" وہ شریر ہوا تھا۔ سبین جھینپ گئی۔

"مائی گاڈ...... لگتا ہی نہیں کہ تم وہی سبین ہو۔ کتنے آرام سے پیار محبت کی باتیں کر لیتی تھیں مجھ سے اور اب لگ رہا ہے جیسے منہ میں زبان ہی نہیں۔" وہ واقعی حیران ہو رہا تھا۔ پہلے کیسے چٹاخ پٹاخ تخریب کارانہ بیان داغی جاتے تھے اور اب ایک سکوت طاری تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا کہوں۔" وہ سادگی سے کہتی برآمدے کی سیڑھی پر بیٹھ گئی۔

"کوئی وعدہ ہی لے لو۔ چار سال کے لیے جا رہا ہوں۔" احمر اسے آفر کرتا ہوا اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

چار سال پر سبین کا دل لرزا تھا۔ "تو تمہیں کون کہہ رہا ہے کہ جاؤ۔" وہ لاپروا بنتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ وہ آہ بھر کے بولا۔

"روک بھی تو کوئی نہیں رہا۔"

"کسی کے روکنے سے تم بھلا رک جاؤ گے؟" بہت کنٹرول کے باوجود اس کی آواز میں نمی گھلنے لگی۔

احمر نے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ گھٹنوں پر دھرے بازوؤں پر ٹھوڑی ٹکائے بہت آزردہ سی تھی۔

"یہ تو ہے۔ مگر اب اس حقیقت کو بہرحال فیس تو کرنا ہی ہے۔ اس لیے کچھ اچھی اچھی باتیں کیوں نہ کرلی جائیں۔"

اس نے بمشکل اپنا لہجہ فریش بنایا تھا۔

"ہوں۔" مبہم سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے گہری سانس لی تھی۔

"میں باقاعدگی سے تمہیں فون کیا کروں گا۔" وہ کہہ رہا تھا۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔ "ویسے تم مجھے خط لکھو گی تو مجھے بہت اچھا لگے گا۔"

نظم

اے کاش میں اک ستارہ ہوتی
چاند سا روشن جگمگاتا ہوا اک ستارہ
نیلے آکاش کی وسعتوں میں
تو مجھے ڈھونڈنے کی سعی کرتا
اور مجھے گھنٹوں تکتا
کوئی تمنا دل میں لیے
مجھے چھونے کی خواہش کرتا
مجھے پانے کی جستجو کرتا
پھر میں
کسی داسی کی طرح
ٹوٹ کر
بکھر کر
تیرے قدموں میں آن گرتی
پھر تو مجھے سمیٹ لیتا
کسی متاع حیات کی طرح

(سیدہ لبنیٰ شہزادی۔ لاہور)

"وہ کیوں؟" وہ بے ساختہ پوچھ گئی۔

"خط میں بڑے آرام سے اپنے دل کا حال اور اپنی فیلنگز بتائی جاسکتی ہیں۔ فون پر تو کچھ یاد ہی نہیں رہتا۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"جی نہیں۔ میری ایسی کوئی فیلنگز نہیں جن کے لیے مجھے خط لکھنے کی ضرورت پڑے۔" وہ اس کی شرارت سمجھتے ہوئے صاف انکار کر گئی۔

"یہی تو میں چاہتا ہوں کہ فیلنگز ہوں۔ جنہیں تم مجھ سے اور میں تم سے شیئر کروں۔" وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے سنجیدگی سے بولا۔ "تاکہ ہم دونوں ایک دوسرے کو سمجھ سکیں' جان سکیں۔" اس کی بات پر وہ خاموش رہ گئی۔ ایک دم سے ہی رونا آنے لگا تھا۔

"میں تمہیں بہت مس کروں گی احمر۔" بھیگتے لہجے

UrduPhoto.com

میں اس نے اعتراف کیا تھا۔ احمر نے اس کا سر گھما کر چہرہ اپنی طرف موڑا تو وہ رو رہی تھی۔ ایک عجیب سی کیفیت میں گھر کر بے اختیار احمر نے اس کے شانے پر بازو دراز کیا تھا۔

"پاگل ہوگئی ہو کیا۔ میں ہمیشہ کے لیے تو نہیں جا رہا۔ چار سال گزرنے کا تو پتا بھی نہیں چلے گا۔" اسے تسلی دیتے ہوئے اسے خود بھی احساس ہو رہا تھا کہ بات اتنی آسان ہے نہیں جتنی وہ کہہ رہا ہے۔ اس کی تسلی کے انداز نے سبین کو خود میں سمٹنے پر مجبور کر دیا۔

"ارے۔" وہ ہنسا تھا۔ "اوفوہ مجھے تو یاد ہی نہیں رہا کہ اب ہم ایک دوسرے کے نصف بہتر ہو چکے ہیں۔"

اس نے اپنی پیشانی سبین کی پیشانی سے ٹکراتے ہوئے کہا تو وہ محجوب سی ہوگئی۔ احمر کو اس کا شرمیلا سا انداز بہت اچھا لگا تھا۔

پھر کتنی ہی دیر تک وہ باتیں کرتے رہے۔ ماضی، حال اور مستقبل کی۔ اس دوران تمام گزشتہ گلے شکوے اور ناراضگیاں بالکل ختم ہوگئی تھیں۔ انہیں شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ اب وہ دونوں ایک بے حد مضبوط اور قریبی رشتے میں بندھ چکے ہیں۔ کبھی کسی بات پر اس کے جانے کے خیال سے سبین کی آنکھیں بھر آتی تھیں تو وہ بھی خاموش سا ہو جاتا تھا۔ پھر اسے تسلی دے کر جیسے خود کو بھی مطمئن کرنے لگتا۔ یونہی اس کے بازو کے حصار میں سمٹے اس نے احمر سے کتنی ہی خوب صورت باتیں کی اور سنی تھیں۔

"تین بج رہے ہیں احمر۔" اس کی رسٹ واچ پر نظر پڑتے ہی وہ بے اختیار بولی تھی۔

"اتنی جلدی۔" وہ حیرت سے کلائی الٹ کر ٹائم دیکھنے لگا۔ "پتا ہی نہیں چلا۔"

"تمہیں تیاری بھی کرنی ہے، اندر چلیں۔"

سبین کے دل پر انجانا سا بوجھ آ گرا تھا۔ وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی فلائٹ ٹھیک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد تھی۔

سبین ملول وافسردہ سی اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ نیچے سے آتی آوازوں سے پتا چل رہا تھا کہ سب جاگ چکے ہیں مگر وہ نیچے جانے کی ہمت نہیں پا رہی تھی۔ یونہی بے تاب سی وہ ٹہلنے لگی۔ اس نے تھکی تھکی نگاہ وال کلاک پر ڈالی۔ ساڑھے تین بج چکے تھے۔ تب وہ اسے شاید ملنے کے لیے آیا تھا۔

"اوکے بھئی...... اٹ ٹائم ٹو لیو ناؤ۔" وہ بہت فریش انداز میں کہتا سبین کی آنکھیں نم کر گیا۔ اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو سبین نے تھام لیا۔ چند لمحوں تک اس کی افسردہ صورت دیکھنے کے بعد احمر نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔

"مجھے لگ رہا ہے کہ اب تمہارے بغیر بہت مشکل ہوگی۔ میں تمہیں بہت مس کروں گا۔" اس کی پیشانی چھوتے ہوئے وہ بہت محبت سے کہہ رہا تھا۔ تب ہی نیچے سے پکارنے کی آواز آئی تو سبین اس سے الگ ہوگئی۔

"خدا حافظ۔" اس کے ہاتھ کو ہونٹوں سے لگاتے ہوئے اس کے نقوش کو دل میں اتارا تھا۔

"خدا حافظ۔" سبین نے بدقت تمام اپنے آنسو روک رکھے تھے۔ اس کا رخسار تھپتھپا کر وہ اسے باقاعدگی سے فون اور خط کی تاکید کرتا مسکراتا ہوا چلا گیا تو سبین کو یوں لگا جیسے وہ کمرے سے ہی نہیں بلکہ اس کی زندگی سے بھی نکل گیا ہو۔ وہ وہیں بیٹھ کر رونے لگی تھی۔

❖❖❖

اور پھر وہ بے حد سنجیدگی سے اپنی پڑھائی میں مصروف ہوگیا۔ وقت کا کام تو گزرنا ہے سو وہ اپنے مخصوص انداز میں گزر رہا تھا۔ اس نے ہمیشہ پڑھائی کو ہر کام پر فوقیت دی تھی مگر اب وہ خود بھی اپنے اس تغیر پر حیران تھا کہ ذرا سا سبین کے خط کو ایک آدھ دن اوپر ہوتا وہ تمام کتابیں ٹھپ کر دیتا۔ اس سے پڑھا ہی نہیں جاتا تھا اور یہ بات سبین بھی اچھی طرح جانتی تھی اسی لیے ہر پندرہ دنوں کے بعد خوشبو میں بسا ایک خط احمر کے پاس ہوتا تھا۔

ہر خط اسے مزید فریش کر دیتا تھا۔ وہ کتنے خوب صورت الفاظ لکھتی تھی۔ اتنے حسین انداز میں اپنی محبت کا اعتراف کرتی کہ وہ دنوں نشے میں چور رہتا۔ پھر وہ لمبی سی کال کرتا۔ ڈھیروں باتیں کی جاتیں۔

اس سے ملنے کی آس اور لگن ہی تھی جو تین سال احمر نے بہت صبر سے گزار لیے۔

انہی دنوں جیسے قسمت پلٹا کھا گئی تھی۔

ابو نے جب فون پر اسے چچا جان کی موت کی خبر سنائی تو وہ ششدر رہ گیا۔

"اتنے تندرست و صحت مند۔ وہ تو کبھی ہارٹ پیشنٹ نہیں رہے پھر ایک دم سے ہارٹ اٹیک۔ وہ بھی اتنا شدید کہ ان کی جان لے گیا؟"

وہ شاکڈ تھا۔ اسے پورے ایک ہفتے کے بعد اطلاع دی جا رہی تھی۔ وہ فون پر رو پڑا۔

"اب تو یوں بھی آنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب آؤ گے تو قبر پر فاتحہ خوانی کر لینا۔ اب بس ہماری طرح صبر کرو۔"

اس کی واپسی کا ارادہ سن کر ابو نے اسے منع کر دیا تھا۔ کس قدر ڈسٹرب ہوگیا تھا وہ۔

اور تب!

ہاں تبھی سے سبین نے اسے خط لکھنا بند کر دیے تھے۔ احمر نے فون کیا تو بھی اس نے بات نہیں کی تھی۔

"وہ بہت ڈسٹرب ہے احمر۔ کسی سے بھی بات نہیں کرتی۔ چچا جان کی موت نے اسے بالکل خاموش کر دیا ہے۔" بھابی بتاتے ہوئے رونے لگیں تو وہ مضطرب ہو اٹھا۔ کتنا بڑا صدمہ وہ اکیلی سہہ رہی تھی۔

"بھابی ایک بار، صرف ایک بار اسے کہیں کہ مجھ سے بات کرلے۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا۔"

"وہ نہیں مانتی احمر۔"

ان کے بے بس لہجے پر وہ خاموش ہوگیا۔ تب اس نے سبین کو اوپر تلے کتنے ہی خط لکھ ڈالے مگر اس کی خاموشی نہیں ٹوٹی۔ اس نے جواب میں ایک لفظ بھی تحریر نہیں کیا تھا۔

یہ اس کا امریکہ میں آخری سال تھا۔ اس لیے بمشکل ہی سہی مگر وہ خود کو سنبھال گیا تھا۔

آہستہ آہستہ سب کچھ اپنے معمول پر آ گیا تھا سوائے سبین کے خطوط کے۔ کبھی تو وہ اس کی ذہنی کیفیت کا خیال کر کے دل کو بہلا لیتا تھا مگر کبھی جو اندر ہی اندر سلگتے لاوے کی تپش دماغ تک پہنچتی تو وہ خط میں خوب برا بھلا لکھ کر اسے پوسٹ کر دیتا تھا۔

مگر ادھر ہنوز ایک جامد خاموشی تھی۔ ویران سا سناٹا تھا۔

اور پھر اپنی پاکستان سے واپسی سے ایک ہفتہ پہلے اسے سبین کا خط مل گیا۔ بے رنگ، خوشبوؤں سے بے نیاز۔

کتنی ہی دیر تک تو وہ بے یقینی سے خط کی پیشانی پر اس کی موتیوں جڑی رائٹنگ ہی دیکھتا رہا تھا۔ اس پورے سال میں سبین کے خلاف دل میں غصہ بڑھتا ہی رہا تھا مگر یہ خط پا کر ساری کلفت اور پریشانی دور ہوگئی تھی۔ اپنے بستر پر نیم دراز ہوتے ہوئے ہجر و فراق کی خوب صورت داستان سے لطف اندوز ہونے کے خیال سے سرشار اس نے لفافہ چاک کیا تو اس میں سے سلپ نما کاغذ پھسل کر اس کے سینے پر آ گرا۔

احمر نے لفافے میں جھانکا تو وہ خالی تھا۔ الجھتا ہوا وہ اٹھ بیٹھا اور وہ سلپ اٹھالی۔

ایک بار، دو بار، تین بار۔

اس مختصر ترین تحریر کو وہ ایک ہی نظر میں ساکت سا کتنی ہی بار پڑھ گیا تھا۔

"میں سبین احمد بقائمی ہوش و حواس احمر رحیم تم سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہوں۔ مجھے طلاق دے دو۔"

"سبین احمد"

اسے یوں لگا جیسے دوزخ کے دہانے پر کھڑا ہوگیا ہو۔ یکلخت ہی زمین و آسمان اس کی نظروں کے سامنے گھوم سے گئے تھے۔

UrduPhoto.com

پورا دکھ اور آدھا چاند

عفت سحر پاشا

میں پتھر ہوں مگر سچ بولتا ہوں
وہ آئینہ ہے اور سچا نہیں ہے
صراطِ عشق پر مُڑ کر نہ دیکھو
پلٹنے کا کوئی رستہ نہیں ہے

اسے پاکستان آئے چار دن ہو چکے تھے اور یہ دن رات گھر والوں اور رشتے داروں کے ہجوم میں گزرے تھے۔ نہیں نظر آئی تو وہ‘ جس کے خط نے اس کی سانسیں مشکل بنا دی تھیں۔ وہاں تو دن جیسے گزرے سو گزرے تھے‘ یہاں بھی راتیں کروٹ پہ کروٹ بدلتے گزرتی تھیں مگر اسے ابھی تک یقین نہیں آیا تھا کہ وہ خط سبین نے لکھا تھا۔

”میں آؤں گا تو سب سے پہلے تم مجھے ملو گی۔“ بڑے موڈ میں آ کر ایک بار احمر نے فون پر اس سے کہا تھا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

”یہ کیا منت مانی ہے تم نے؟“

”جو بھی سمجھ لو۔ مگر تم جتنا خوب صورت اظہار خط میں کرتی ہو‘ ویسا ہی میں ملتے وقت بھی چاہتا ہوں۔“ وہ بے اختیار ہونے لگا تو سبین نے اسے ٹوک دیا۔

”کیوں آپریٹر کو محظوظ ہونے کا موقع دے رہے ہو؟“

”اچھا ہے نا۔ کوئی تو گواہ ہوگا‘ اس وعدے کا جو ابھی تم کرنے والی ہو۔“

”کون سا وعدہ؟“ وہ ہنس کر پوچھنے لگی۔

”سب سے پہلے ملنے والا۔“

”اچھا بابا‘ مل لینا۔“ اس نے جان چھڑانے والا انداز اپنایا مگر وہ ہنوز شوخی کے موڈ میں تھا۔

”اچھا...... کیسے ملو گی؟“

”ویسے ہی جیسے سب ملیں گے۔“ اس کی شرارت بھانپ کر وہ فوراً محتاط ہو گئی۔ احمر خفا ہونے لگا۔

”اگر باقی سب کی طرح ملنا ہے تو پھر ملنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“ اس کی ناراضگی پر وہ دل کھول کر ہنسی اور ادھر احمر کو لگا‘ جیسے اس کے آس پاس کتنے ہی پھول کھل اٹھے ہوں۔ ایسی ہی کھلتی اور مہکتی ہوئی ہنسی تھی اس کی۔

”ویسے تم امریکہ جا کے کچھ لوفر سے نہیں ہو گئے؟“

”ارے‘ مجھے تو پتا ہی یہاں آ کے چلا ہے‘ کتنے لمحے فضول گنوا آیا ہوں اور آتی دفعہ تو بالکل بے وقوفوں کی طرح رخصت ہوا تھا۔ یہاں تو ملنے بچھڑنے کے ایسے ایسے طریقے ہیں کہ......“

”احمر......“ اس کے شریر لہجے پر وہ احتجاجاً چلا اٹھی تھی۔ وہ ڈھٹائی سے ہنستا رہا۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

''بہت بے ہودہ ہوگئے ہو تم۔'' نبین کی آواز میں مسکراہٹ کی آمیزش محسوس کرکے احمر نے اس سے وعدہ لینا چاہا تھا۔

''پھر مل لینا ناں جیسے میں چاہتا ہوں۔''

''کیسے......؟'' وہ مدھم پڑ گئی۔

''جیسے...... جیسے سمندر کی لہریں ساحل سے ملتی ہیں۔ پہلی کرن دھرتی سے یا پھر بارش کا پہلا قطرہ زمین سے۔'' اس کا لہجہ محبتوں سے بوجھل ہونے لگا تو وہ اس قدر کنفیوژ ہوئی کہ کتنی ہی دیر خاموش رہ گئی۔

''شرما رہی ہو؟'' وہ خود بھی محظوظ ہو رہا تھا۔

''ہوں...... کیا کہہ رہے تھے تم؟ آواز نہیں آ رہی تھی۔'' اس نے جواباً دل جلانے میں کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وہ چلا اٹھا۔

''آئی ول کل یو بی۔''

اور وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ سمندروں پار احمر کو اپنے اردگرد ڈھیروں پھول کھلتے محسوس ہوئے تھے۔ اور اب؟

سب کچھ یکلخت ختم ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔

وہ جیسے سلیمانی چادر اوڑھ کر بیٹھ گئی تھی۔ کتنی ہی دیر وہ روزانہ چچا جان کی ناگہانی وفات کی باتیں کیا کرتا تھا اور باقی سب خاموشی سے سنے جاتے تھے' تب اسے پتا چلا تھا کہ جس روز چچا جان کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا' اس رات گھر میں ڈاکا بھی پڑا تھا۔

''اور مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔'' وہ سخت برگشتہ ہوا تھا۔

''ہوش ہی کہاں رہا ہمیں۔ چچا جان کی طبیعت بگڑنے کی وجہ سے کچھ سوچا ہی نہیں۔'' عثمان بھائی نے اس سے نظریں نہیں ملائی تھیں۔

''کہیں ڈاکوؤں نے تو چچا جان کو......'' اسے شک گزرا تھا۔ امی نے اس کی بات کاٹ دی۔

''ایسا کچھ نہیں ہوا۔ انہیں ہارٹ اٹیک ہی ہوا تھا۔''

''دولت تو آنی جانی چیز ہے امی۔ پھر انہوں نے اتنا دل پہ کیوں لے لیا' اتنی سی بات کو؟'' وہ الجھنے لگا پھر بولا۔ ''اور چچا جان کے پورشن میں تو کچھ قیمتی اشیاء تھیں ہی نہیں۔ ہر چیز بینک لاکر میں رکھی تھی' اس سے زیادہ رقم اور زیورات تو ہمارے ہاں تھے' پھر......''

''بس بیٹا...... اس کی تو زندگی بھر کی کمائی لٹ گئی۔ وہ کیسے سہار لیتا۔'' ابو کے لہجے میں نمی اترنے لگی تھی۔ امی اور بھابی رونے لگیں تو عثمان بھائی اٹھ کھڑے ہوئے۔ احمر کا دھیان ان کی طرف نہیں تھا۔

''کتنی رقم تھی۔ کیا زیور بھی تھا؟''

''سب کچھ تھا احمر۔ بس سب کچھ لٹ گیا۔ نہ ذکر کرو اس منحوس واردات کا جو ہم سے سب کچھ چھین کر ہمیں تہی دامن کر گئی اور ہم کچھ نہیں کر پائے' نہ چچا جان کے لیے اور نہ ہی......'' بہت ضبط کے باوجود بھی عثمان بھائی کی آواز کپکپانے لگی تو وہ مزید وہاں نہیں رکے تھے۔

ماحول ایک دم سے ہی بہت سوگوار اور بھیگا بھیگا سا ہوگیا تھا۔

❖❖❖

پانچویں روز اس کا ضبط جواب دینے لگا تو وہ بھابی کے سر پر سوار ہوگیا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے بھابی؟''

ان کا دل پریشان ہوا تھا۔ کھوجتی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے انہوں نے استفسار کیا تھا۔

''کس کی بات کر رہے ہو؟''

''بنیں مت۔ آپ تو بنا کہے ہر بات سمجھ جایا کرتی تھیں۔'' وہ کیبنٹ سے ٹیک لگائے کھڑا انہیں ناراض سا لگا۔ ان چار سالوں میں اس کی صحت بہت اچھی ہوگئی تھی اور شخصیت کا نکھار بھی بڑھ گیا تھا۔ کافی میچور سا لگنے لگا تھا۔

''بھئی اب ایسی نجومی بھی نہیں ہوں کہ دل کا حال بتا دوں۔'' وہ بشاشت سے کہتی نل کھول کر چاول بھگونے لگیں۔

''نبین کہاں ہے اور وہ مجھ سے ملی کیوں نہیں؟''

اب کی بار اس نے سیدھے سبھاؤ پوچھا تو ان کے ہاتھ سست پڑ گئے مگر وہ اس کی بات کو مذاق میں ٹال گئیں۔

''حواسوں میں تو ہو؟ ابھی صرف نکاح ہوا ہے' رخصتی نہیں۔ اس لیے ملنا ملانا بالکل بند ہے۔''

اگر اس کے اندر غضب کا طوفان انگڑائیاں نہ لے رہا ہوتا تو وہ ان کی اس چھیڑ چھاڑ کو بہت انجوائے کرتا مگر اس وقت تو بس وہ نبین کا احتساب کرنا چاہ رہا تھا جس نے اسے شدید ٹینشن میں دھکیل دیا تھا۔

''یہ شاہی فرمان کس نے جاری کیا ہے؟ جاتی دفعہ تو ایسا کچھ نہیں تھا۔ بلکہ آپ تب تک تو کافی ''لبرل'' ہوا کرتی تھیں۔''

وہ طنزیہ انداز میں کہتا انہیں یاد دلا رہا تھا۔ وہ خفیف سی نل بند کرکے پرات سنک پر رکھ کر اس کی طرف پلٹیں۔

''بھئی' وہ خود تم سے پردہ کر رہی ہے۔ اس میں میرا کیا قصور؟''

''مگر وہ ہے کہاں؟''

وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ لحظہ بھر کی خاموشی کے بعد وہ بولیں۔

''وہیں جہاں پہلے تھی۔''

''آپ کا مطلب ہے کہ اوپر والے پورشن میں؟'' وہ حیران ہوا۔ ''لیکن چچا جان' اس کے ساتھ کون ہوتا ہے؟''

''کوئی بھی نہیں۔'' بھابی کی آواز بے حد مدھم تھی۔ وہ جیسے کرنٹ کھا کر انہیں دیکھنے لگا۔

''وہ اکیلی رہ رہی ہے۔ مگر کیوں؟''

بھابی جیسے تھک سی گئی تھیں۔ بہت بے بسی سے بولیں۔

''وہ بہت ضدی ہوگئی ہے احمر۔ کسی کی نہیں سنتی۔''

احمر کو اپنا غصہ ضبط کرنے میں بہت دقت ہو رہی تھی۔ اس سے زیادہ نبین کے بدلنے اور بدتمیز ہو جانے کا ''تجربہ'' بھلا اور کسے تھا۔

''ابھی کہاں ہوگی وہ؟''

بھابی نے ہول کر اس کی طرف دیکھا پھر بات ٹالنے کی کوشش کی۔

''تمہیں کیا کام ہے؟''

''ہے ایک حساب میرا ابھی اس کی طرف۔''

وہ بڑے سلگتے لہجے میں کہہ کر پلٹ گیا تھا اور بھابی کا دل آئندہ آنے والے لمحات کو سوچ کر خوف زدہ ہوگیا۔ وہ چولہے کی آنچ مدھم کرکے تیزی سے امی کے کمرے کی طرف بڑھی تھیں۔

وہ سیڑھیاں پھلانگتا اوپر پہنچا۔ وہی سفید پینٹ سے سجا دروازہ تھا۔ وہ ٹھٹکا۔ کچھ کمی سی محسوس ہوئی تھی۔ پھر اگلے ہی لمحے اسے یاد آ گیا۔ اب دروازے پر پہلے کی طرح کارٹون اسٹیکرز نہیں لگے تھے اور تو اور موٹے سیاہ مارکر سے جو اس نے لکھ کر لگا رکھا تھا کہ

''یہاں دنیا کی سب سے اچھی لڑکی رہتی ہے۔''

وہ کاغذ بھی غائب تھا۔

''تم اب واقعی اچھی لڑکی نہیں رہیں' نبین احمر۔''

وہ دل میں طوفان چھپائے لب بھینچے آگے بڑھا اور دروازے کی ناب گھمائی مگر دروازہ لاک تھا۔

اس نے ہلکی سی دستک دی مگر جواب ندارد۔

تب اس نے قدرے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا اور جواب نہ ملنے پر اس سے بھی زور سے۔

وہ جو پتا نہیں کیا کیا سوچ کے آیا تھا' اسے سامنے پا کر بے خود سا دیکھنے لگا۔ گزرے لمحات لحظہ بھر میں آندھیوں کی طرح اسے چھو کر گزر گئے تھے مگر یہ لمحہ بھر ہی کی بات تھی۔ احمر کے برعکس نبین کا ردعمل بہت برا اور شدید تھا۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی نبین نے پوری قوت سے دروازہ بند کرنا چاہا۔ احمر نے بہ سرعت دونوں ہاتھوں سے دروازہ تھام کر اس کی پیش قدمی کو روکا تھا۔

UrduPhoto.com

"یہ کیا بدتہذیبی ہے سبین؟"

وہ اس کی غیر متوقع حرکت پر مشتعل ہوا تھا مگر وہ کچھ کہے بغیر اپنی تمام قوت دروازہ بند کرنے پر صرف کر رہی تھی' تب احمر نے دروازے کو زور سے دھکا دیا تو وہ لڑکھڑاتی ہوئی کتنے ہی قدم دور ہٹ گئی۔ اندر داخل ہو کر احمر نے زور سے دروازہ بند کیا تھا۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں؟ کیوں ایسے کر رہی ہو؟"

"تم میرے کمرے میں کیوں آئے ہو؟ چلے جاؤ یہاں سے۔"

اس نے جیسے احمر کی بات سنی ہی نہیں تھی۔ بے حد گستاخانہ لب ولہجے میں بولی۔ اور وہ جسے اب تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ دلخراش تحریر سبین کی ہو سکتی ہے۔ اس پل اس پر منکشف ہو گیا کہ بہت کچھ بدل چکا ہے۔ لمحہ بھر ہی کو وہ ششدر ہوا تھا پھر شدید اشتعال کے تحت آگے بڑھا اور اس کو بازو سے جکڑ کر زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔ اس کی گرفت میں وہ لڑکھڑا سی گئی۔

"کیا سمجھتی ہو تم خود کو؟ اس طرح کی بکواس کر کے کیا ثابت کرنا چاہتی ہو؟"

اس کی غراہٹ اور غصہ بھی سبین کو ڈرانے میں ناکام رہا تھا۔ وہ اسی جارحانہ انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑے نفرت انگیز سے انداز میں بولی۔

"میں تم سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی۔ اینڈ ڈونٹ ٹچ می اگین۔" اس کا انداز' اس کا لب ولہجہ احمر کے ذہن کو بلینک کر گیا۔

یہ سبین تھی؟ وہی سبین احمد جو کبھی اپنا آپ بھول کر اس کے رنگ میں ڈھلنے کی سعی کرنے لگی تھی۔

"دفعہ..."

اس کے رویے کی انتہا تک دیکھ لینے کے باوجود وہ بے یقین تھا۔ مگر سبین کو اس کی آنکھوں سے جھلکتے درد آمیز تحیر کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں تھی۔

"تمہارا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ آئندہ کبھی مجھے چھونا تو درکنار مجھ سے بات بھی مت کرنا۔ چلے جاؤ میرے کمرے سے۔"

احمر کے اندر کا شور لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے خود اپنے چہرے سے تپش نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔

اس کے تیور دیکھ کر وہ بھی احتیاط اور اخلاق کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھا۔ آگے بڑھ کر اس کو بازوؤں سے جکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے وہ درشت انداز میں بولا۔

"تم کون ہوتی ہو یوں مجھ پر حدود و قیود نافذ کرنے والی؟ اس کمرے میں آنے' تم سے بات کرنے' حتیٰ کہ تمہیں چھونے تک کے حقوق ہیں میرے پاس۔" سبین نے جھٹک کر اپنے بازو اس کی سخت گرفت سے آزاد کرائے اور اسی بیگانے وسرد انداز میں بولی۔

"آئی ڈیم کیئر......"

"آخر تم چاہتی کیا ہو؟" اس کی خودسرانہ گفتگو احمر کو شدت سے احساس دلا رہی تھی کہ وہ دوبارہ اسی سبین کے پیرہن میں لوٹ گئی تھی جو کبھی اپنی باتوں سے یونہی اسے سلگا کر چٹخا کر رکھ دیتی تھی۔

"میں تمہیں ریجیکٹ کر رہی ہوں۔ میں تمہارے ساتھ زندگی گزارنا نہیں چاہتی اور نہ ہی تم سے ایسا کوئی رشتہ رکھنا چاہتی ہوں۔"

وہ دانت پیستا ہوا آگے بڑھا اور اسے دھکیل کر دیوار کے ساتھ لگا دیا۔

"پاگل ہو گئی ہو تم......؟"

وہ بھڑک اٹھا تھا۔ سبین زور سے چیخی تھی۔

"ہاں ہاں...... پاگل ہو گئی ہوں میں۔ پاگل ہو گئی ہوں۔ مارو مجھے' اور مارو مجھے۔ مگر میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔ چھوڑ دو مجھے۔ چلے جاؤ یہاں سے' میرے پاس مت آؤ۔ میں پاگل ہو گئی ہوں۔"

وہ نہ صرف زور زور سے چلا رہی تھی بلکہ آنسو بھی اتنی ہی تیزی سے اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔ اس قدر غیر متوقع صورت حال نے احمر کو ششدر کر دیا اور ابھی وہ اپنے اوسان سنبھال ہی رہا تھا کہ امی اور بھابی دوڑی چلی آئیں اور اسے سنبھالنے لگیں۔ وہ چند لمحوں تک خالی نظروں سے اس سارے منظر کو دیکھتا رہا' پھر پلٹ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔ بھابی بے بسی سے امی کو دیکھنے لگیں جو سبین کو یوں بکھرا دیکھ کر خود بھی نڈھال ہونے لگی تھیں۔

احمر کے اندر گھٹن بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کے کسی بھی سوال کا جواب اسے نہیں مل رہا تھا مگر اب اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سبین سے اس مطالبے کی وضاحت طلب کرے گا مگر سبین کی حالت نے تو اسے چکرا کر رکھ دیا تھا۔ جس بات کو وہ دل ہی دل میں سبین کا مذاق کہہ کر ٹالتا رہا تھا' اب وہ سنگین صورت حال اختیار کر چکی تھی۔

رات کو کھانے کی میز پر اس نے سبین کا آخری قیامت نامہ رکھ دیا تو وہاں موجود تمام نفوس کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

"اب تو میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس کے اس قدر غیر متوقع رویے کی وجہ کیا ہے؟"

اس کے انداز میں تلخی رچی ہوئی تھی۔

"میرے خیال میں سبین کو کسی سائیکاٹرسٹ کو دکھانا چاہیے۔" عثمان بھائی اس سے نظریں چرائے ابو سے مخاطب تھے جو کاغذ کے اس پرزے کو ہاتھ میں لیے ساکت بیٹھے تھے۔

"جب سے چچا جان کی ڈیتھ ہوئی ہے' اسے معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے۔" بھابی نے بھی بات سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔

"کیا اتنے عرصے سے آپ کو اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ نہیں ہوا؟" وہ ٹینس ہو رہا تھا۔ وہ اس کی منکوحہ تھی' محبوبہ نہیں جسے وہ کج ادائی کی سزا کے طور پر خدا حافظ کہہ کر اپنی راہ پر چل پڑتا۔

"ہمیں کچھ کچھ اندازہ تو تھا۔ چچا جان کے بعد سے ہی اس کے رویے میں تبدیلی آنے لگی تھی۔"

عثمان بھائی کی رنگت میں ضبط کی سرخیاں اتر آئی تھیں۔ امی نے دوپٹے میں منہ چھپا کر رونا شروع کر دیا۔

"قیامت دیکھی ہے میری بچی نے۔"

"بھابی! آپ اس سے پوچھیں' یہ سب فقط چچا جان کی ڈیتھ کا ردعمل تو نہیں ہو سکتا۔"

وہ ماتھے پر شکنیں ڈالے جیسے ان سب سے برگشتہ ہو رہا تھا۔ بھابی خائف سی اثبات میں سر ہلانے لگیں۔

"مم...... میں پوچھوں گی اس سے۔"

"ارے یاد آیا۔ احمر پرسوں تمہارے آفس کی ویکینسیز کے انٹرویوز ہوں گے۔ تم خود سلیکشن کرو گے یا میں بھی آ جاؤں؟"

عثمان بھائی نے بہت اچانک بات بدلی تو وہ تحیر سے انہیں دیکھنے لگا۔ اس قدر اہم معاملے کو نظر انداز کرنا احمر کو بہت کھلا تھا۔ وہ ان سب سے شدید بدگمان ہوتا کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے اپنی بات کا جواب چاہیے ورنہ دوسری صورت میں' میں خود اس مسئلے کا حل تلاش کر لوں گا۔"

بہت کاٹ دار انداز میں کہہ کر وہ کھانے کو چھوئے بغیر باہر نکل گیا تھا۔ کھانے کی میز پر جامد خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔

ویکینسیز کے انٹرویوز کے بعد وہ سیدھا گھر آیا تو بہت تھکن محسوس کر رہا تھا۔ لاؤنج ہی میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا ریلیکس ہونے لگا۔

"جلدی آ گئے احمر!" بھابی کسی کام سے کمرے سے نکلیں تو اسے دیکھ کر حیران ہوئیں۔

"ابھی تو عملہ سلیکٹ ہونا ہے اس کے بعد کام کی باری آئے گی۔ ایک کپ چائے تو بنا دیں۔" بہت سنجیدگی سے وضاحت کرتے ہوئے اس نے فرمائش

UrduPhoto.com

کی تو وہ پوچھنے لگیں۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

"بس ذرا سر بھاری ہو رہا ہے' تھکن کی وجہ سے۔"

وہ پیشانی کو انگلیوں سے مسلتا قدرے نیم دراز ہو گیا۔ بھابی اس کے لیے چائے بنانے کے لیے کچن کی طرف بڑھیں پھر پلٹ کر کچھ کھانے سے متعلق پوچھا تو اس نے انکار کر دیا۔

"بس ایک کپ چائے کی طلب ہو رہی ہے۔"

آنکھیں موندے وہ یونہی مضمحل سا بیٹھا تھا۔ کوریڈور کا دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز پر اس نے آنکھیں کھولیں تو سیاہ اور سفید امتزاج کے لباس میں ملبوس خود کو بڑی سی سیاہ چادر میں چھپائے ینین کو سامنے پا کر وہ اسے بے تاثر نظروں سے دیکھے گیا' جب کہ وہ تیزی سے اس کے قریب سے گزرتی سیڑھیاں طے کرنے لگی۔ اس کا بیگانہ سا انداز احمر کو سلگا گیا تھا۔ بھابی نے چائے کا کپ اسے تھمایا تو وہ چونک گیا۔

"حمزہ آ گیا ہے اسکول سے؟"

یونہی بے سبب وہ پوچھ بیٹھا تھا۔

"بس ابھی آنے ہی والا ہے۔ عثمان خود پک کر کے لائیں گے اسے۔" بھابی نے شکر ادا کیا کہ اس کا موڈ اب قدرے بہتر تھا مگر اگلے لمحے ہی وہ گڑبڑا گئیں۔ وہ بڑے سرسری انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"آپ نے ینین سے پوچھا ہے؟"

"ہوں...... ہاں......" انہوں نے گھبرا کر اثبات میں سر ہلایا تو وہ ان کو بغور دیکھنے لگا۔

"پھر...... کیا کہا اس نے؟"

"تم یونہی اس فضول سے خط کو دل پر لیے بیٹھے ہو۔ وہ تو یونہی اس نے کسی دورے کے زیر اثر لکھ دیا تھا۔"

"آپ بیٹھیں یہاں۔" بے حد سنجیدگی سے احمر نے کہا تو وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں اس کے سامنے سنگل صوفے میں دھنس گئیں۔ چند لمحوں تک وہ کپ پر نظریں جمائے رہا پھر ان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بہت متوازن انداز میں بولا۔

"اس روز میری اس موضوع پر اس سے بات ہوئی تھی۔ وہ صرف علیحدگی کی بات کرتی ہے' اور کچھ نہیں۔ کیوں؟"

"میں کیا کہوں احمر؟ پتا نہیں اسے کیا ہو گیا ہے۔ یوں لگتا ہے' جیسے اسے کوئی شدید قسم کا دورہ پڑتا ہے جس کے زیر اثر وہ ایسی حرکتیں کرنے لگتی ہے۔" بھابی کافی گھبرا رہی تھیں۔

"مگر صرف مجھی سے کیوں؟" وہ پھر سے ٹینس ہونے لگا۔

"شاید اس لیے کہ اتنا بڑا صدمہ اس نے تنہا جھیلا ہے۔ اس سے اس کی محبت کا اندازہ کر لو۔ وہ اس وقت شاید تمہیں اپنے پاس دیکھنا چاہتی تھی۔ یقین جانو احمر' پورا سال اس نے ایک شاک کی کیفیت میں گزارا ہے۔ کسی سے بات نہیں کرتی تھی۔ اب ایک دم سے یہ تبدیلی آئی ہے اس میں۔ میں تو خود بھی سمجھ نہیں پا رہی۔ کہاں تو اتنی سویٹ ہر وقت شرارتوں سے اودھم مچائے رکھنے والی بچی اور کہاں یہ۔" بھابی کی آواز بھرانے لگی تو وہ خاموش ہو گئیں۔

"مجھے بتائیں بھابی' میں کیا کروں؟ میرا ضبط جواب دیتا جا رہا ہے۔" قدرے توقف کے بعد وہ بہت دل گرفتہ انداز میں بولا۔ انہوں نے اس کی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھا تو خود بھی آزردہ ہونے لگیں۔

"ایک ہی حل ہے اس کا احمر' محبت۔ ڈھیر ساری محبت جو اسے یقین دلا دے کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ تم ہر موڑ پر' ہر حال میں' اس کے ساتھ ہو اور حالات چاہے کیسے بھی کیوں نہ ہوں' تم اسے تنہا نہیں کرو گے۔" وہ بڑی آس اور امید سے کہتی اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ حیرانی سے انہیں دیکھنے لگا پھر بڑے تاسف سے بولا۔

"بھابی! میں نے کب اسے اپنے ساتھ نہ ہونے کا احساس دلایا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ رشتہ محبت کی بنیاد پر طے نہیں ہوا تھا مگر اب صورت حال بہت بدل چکی ہے اور یہ بات وہ بھی بہت اچھی طرح جانتی ہے۔ پھر بھی......"

"بس احمر...... پلیز' تم صبر و تحمل سے کام لو۔ اسے بہت برداشت اور محبت سے ہینڈل کرنے کی ضرورت ہے ورنہ پتا نہیں کیا ہو جائے۔" بھابی نے بہت ملتجیانہ انداز میں کہا تو وہ لب بھینچے چند ثانیوں تک انہیں دیکھتا رہا پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"ابھی وہ کہاں سے آئی ہے؟"

"کون...... ینی؟" انہوں نے پوچھا تو وہ سر اثبات میں ہلا کر چائے کا گھونٹ بھرنے لگا۔

"وہ...... دراصل اس نے جاب کر لی ہے۔" بھابی نے ڈرتے ڈرتے بتایا اور واقعی احمر کو دھچکا سا لگا تھا۔

"واٹ؟ جاب کر لی ہے۔ مگر کیوں؟ اور ابو نے کیسے اجازت دے دی؟" اس نے تیز لہجے میں پوچھا تو انہوں نے جلدی سے صفائی پیش کی۔

"ان کا خیال تھا کہ یوں دھیان بٹے گا تو اس کی ذہنی کیفیت بھی نارمل ہوتی جائے گی۔"

احمر کی پیشانی کے بل بتا رہے تھے کہ اسے ینین کا جاب کرنا بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔ مگر وہ کچھ کہے بغیر چائے پینے لگا۔

"میں ذرا حمزہ کے لیے کچھ سویٹ بنا لوں۔ ابھی آتے ہی ضد کرے گا۔" بھابی اس کی خاموشی کو غنیمت جان کر فوراً اٹھ گئی تھیں۔

❖❖❖

موسم بہت اچھا ہو رہا تھا۔ وہ ٹیرس پر ٹہلنے کی غرض سے گیا تو ینین کو خاموشی سے وہاں بیٹھا دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ موسم کی خوب صورتی یقیناً اس کے دھیان میں نہیں تھی ورنہ اس کے تاثرات میں اس قدر آزردگی نہ ہوتی۔ اسے سامنے پا کر وہ فوراً اٹھ کر پلٹنے لگی مگر احمر نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے روک لیا تھا۔ وہ جیسے کرنٹ کھا کر مڑی تھی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔"

"اگر تم خاموشی سے میری بات سن لو تو میں بھی تمہاری ہر بات مانوں گا۔" احمر نے مصالحانہ انداز اپناتے ہوئے مشروط حل پیش کیا تو وہ تنفر سے پر لہجے میں بولی۔

"میں تمہاری پابند نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے کوئی بات سننے کا شوق ہے۔" اس نے ہاتھ جھٹک کر چھڑانے کی کوشش کی تو احمر نے بہت تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسان سے کہا۔

"جب تک پابند ہو' تب تک تو میری بات سننی ہی پڑے گی۔"

"میں نے جو کہنا تھا' کہہ دیا۔ اب تمہیں جو کرنا ہے' وہ کر ڈالو۔ میں اس موضوع پر کوئی بحث نہیں کرنا چاہتی۔"

اس کا انداز اس قدر پرسکون تھا کہ احمر کے ضبط کی طنابیں ٹوٹنے لگیں۔

"مگر میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔ تم چاہتی ہو کہ تم مجھے یوں ریجیکٹ کر دو اور میں خاموشی سے تمہارے اطوار دیکھتا رہوں۔ تمہارے بیہودہ فیصلے کو سراہوں؟" وہ سخت مشتعل ہوا تھا۔

"میں نے تمہیں ریجیکٹ کیا' تم مجھے ری جیکٹ کر دو' حساب برابر ہو جائے گا۔"

وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی سعی کرتے ہوئے بڑے اطمینان سے اسے مشورہ دے رہی تھی۔ شدید غصے میں آ کر احمر نے اس کا ہاتھ جھٹکا تو وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئی۔

"نکاح نامے پر تم نے ہی نہیں' میں نے بھی دستخط کیے تھے۔ اقرار تم نے ہی نہیں' میں نے بھی کیا تھا۔ پھر علیحدگی کا فیصلہ تم اکیلی کس طرح کر سکتی ہو؟" وہ غصے سے بے حال ہو رہا تھا۔

"میرا طریقہ تو تم نے دیکھ ہی لیا ہے۔ اپنا طریقہ

UrduPhoto.com

خود متعین کرلو۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ بہت خودسرانہ انداز میں بولی تو کئی لمحوں تک وہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ کس قدر دلکش مگر ظالم لگ رہی تھی وہ۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں تھکن اور شکستگی اترنے لگی۔

"تمہیں کیا ہوگیا ہے بی؟ کیوں کررہی ہو ایسا؟ اب تو میں آگیا ہوں نا' کبھی نہ جانے کے لیے۔ میرا اعتبار کرو بی۔"

"مگر مجھے اب تمہاری کوئی چاہ نہیں ہے۔" وہ بے حد سپاٹ لہجے میں کہتی اس کی محبت کو روندنے لگی۔ "مجھے اندازہ ہوگیا ہے کہ میں ہر مصیبت کا تنہا سامنا کرسکتی ہوں۔ اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں رہی۔"

اس نے بڑے واضح الفاظ میں پھر سے اسے بے مایہ کیا تھا مگر بھابی نے جو کچھ احمر کو سمجھایا تھا' اس کے پیش نظر وہ ابھی بھی پرامید تھا۔

"دیکھو بی! چچا جان سے میں بھی اتنی ہی محبت کرتا تھا جتنی کہ تم۔ اور یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو۔ یقین کرو اگر مجھے ابو روک نہ دیتے تو میں اگلے ہی روز لوٹ آتا مگر مجھے تو اطلاع بھی ایک ہفتے کے بعد دی گئی تھی۔ تب میں......"

"مجھے اس سارے قصے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ بہت بیزار کن انداز میں کہتی اس کی بات کاٹ گئی تو اہانت کے شدید احساس سے احمر کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ کتنی ہی دیر وہ لب بھینچے اسے دیکھتا رہا تھا۔

وہی خوب صورت بیضوی چہرہ' گلاب رنگت' گھنی پلکوں سے سجی لائٹ براؤن آنکھیں' اس کے وہی سرخ ہونٹ جو ہر وقت ہنسی کے پھول بکھیرنے کو تیار رہتے تھے۔ مگر اب وہ فقط زہر اور آگ اگل رہے تھے۔

احمر کی ذہنی رو بھٹکی تو ذہن میں ایک اسپارکنگ سی ہوئی۔ بہت بے ساختہ اس نے نمی سے پوچھا تھا۔

"وہ ہے کون جس کی خاطر تم مجھے ریجیکٹ کررہی ہو؟"

وہ بے اختیار اسے دیکھنے کے بعد ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے اطمینان سے بولی۔

"میں تمہیں اس کے متعلق کچھ بھی بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔"

احمر کو لگا' جیسے اس کی رگ رگ میں انگارے دہک اٹھے ہوں۔

"یہ سب تو میں کسی سے بھی پوچھ لوں گا' سبین۔ مگر اتنا یاد رکھنا اگر مجھے تمہارے دامن پر بدنامی کا ایک بھی دھبہ دکھائی دے گیا تو میں طلاق جیسے قبیح فعل سے بھی زیادہ برا سلوک کروں گا' تمہارے ساتھ۔"

وہ پھنکارتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی ساری محبت اور لب و لہجے کی نرمی و ملائمت جیسے رگوں میں دوڑتے لاوے نے خاک کردی تھی۔ سبین نے دھندلاتی نظروں سے حد نظر تک اسے دیکھا تھا۔

نیچے آکر وہ سیدھا بھابی کے پاس گیا تھا۔

"بھابی! کیا وجہ ہے' سبین کے اس رویے کی؟ کس بنیاد پر اس نے مجھ سے ایسا گھٹیا مطالبہ کیا ہے؟"

اس کے مشتعل سے انداز نے بھابی کو ہراساں کردیا۔ پل بھر میں ان کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔

"احمر! تم خواہ مخواہ بات کو بڑھا رہے ہو' معاملہ اتنا سیریس نہیں ہے کہ تم......" بھابی کا پھر سے وہی نپا تلا ذرا سہما انداز اسے بھڑک سے اڑا گیا۔

"خدا کے لیے بھابی! مت چھپائیں مجھ سے کچھ بھی۔ کب تک فریب دیتے رہیں گے آپ لوگ مجھے؟ کیوں پہیلیاں بجھوا رہے ہیں؟ آخر آپ لوگ کھل کر بات کیوں نہیں کرتے مجھ سے؟" وہ ضبط کھو کر چلانے لگا تھا۔ "جس دن سے میں آیا ہوں' گھر کی فضا تو کیا سب کے رویے بھی بدلے ہوئے ہیں۔ مرنا تو سبھی کو ایک دن ضرور ہے۔ پھر چچا جان کی موت میں ایسی کیا بات تھی کہ تمام حالات الٹ پلٹ ہوگئے؟" غصے کی شدت میں اس کی آواز اتنی بلند ہوگئی

کہ امی بھی گھبرا کر اپنے کمرے سے نکل آئی تھیں۔

"احمر! کیا ہوگیا ہے؟ کیوں اتنی اونچی آواز میں بول رہے ہو' بھابی کے ساتھ؟" ان کے لہجے میں سرزنش تھی مگر وہ اس وقت خود پر سے قابو کھو کر بے اختیار ہوچکا تھا۔ اسی انداز میں بولا۔

"میں کیا بتاؤں؟ بتانا تو آپ لوگوں کو چاہیے کہ سبین کے اس رویے کی وجہ کیا ہے؟ کس وجہ سے وہ مجھ سے طلاق کا مطالبہ کررہی ہے۔ ایسی کیا بات ہوگئی ہے جس نے اس ہنستے بستے گھر میں ویرانی اور سناٹا پھیلا دیا ہے؟ کیوں سب اپنے اپنے مدار سے ہٹے ہوئے ہیں؟ مجھ سے اتنی اجنبیت کیوں برت رہے ہیں' کیوں؟" اور پتا نہیں اس کے انداز اور الفاظ میں کیا تاثیر تھی کہ امی بھی رونے لگیں۔ آگے بڑھ کر احمر کا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے ہوئے انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی تھی۔ پھر اسے سمجھانا چاہا۔

"باپ کی موت کا صدمہ۔"

"سب کے باپ مرتے ہیں۔" وہ ان کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے چلانے لگا۔ "سب ہی کو ایک روز مرنا ہے۔ پھر اس میں ایسی کیا انہونی ہوگئی۔ میں یہاں ہوتا تو کیا انہیں مرنے سے بچالیتا؟ میرا کیا قصور ہے اس میں؟"

"نہ میرے بچے' اتنا غصہ نہ کرو۔"

"کیوں نہ کروں غصہ؟ وہ آپ سے رشتہ نہیں توڑ رہی' باقی گھر والوں سے نہیں توڑ رہی' پھر میں ہی کیوں؟ اور اس کا جواب آپ لوگ مجھے دیں گے کیونکہ نکاح کا فیصلہ آپ ہی لوگوں نے کیا تھا۔"

لگ رہا تھا' احمر کا دماغ بھی الٹ چکا ہے مگر وہ اس کے سوالوں کا جواب تب دیتیں' جب خود ان کے پاس جواب ہوتا۔

"وہ ٹھیک ہوجائے گی احمر! اسے ذرا سنبھلنے تو دو۔" بھابی نے ڈرتے ڈرتے کہنا چاہا تو وہ سرخ آنکھوں سے انہیں دیکھتے ہوئے ترشی سے بولا۔

"کتنا ٹائم چاہیے اسے؟ چار سال' چھ سال یا دس سال؟ ایک برس سے اوپر ہوگیا ہے اور ابھی تک وہ سنبھلی نہیں ہے۔"

"صدمہ بھی تو ایسا ہے میرے بچے' تمہیں کیا معلوم۔"

بہت ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے امی اونچی آواز میں رونے لگیں تو بھابی سے بھی ضبط کرنا مشکل ہونے لگا۔

"خدا کے لیے امی اب یہ مت کہیے گا کہ صدمے نے اس کا ذہنی توازن بگاڑ دیا ہے۔ ہوش مندوں سے زیادہ حواس میں ہے وہ۔" وہ بہت تلخی سے ان پر واضح کررہا تھا۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی احمر۔ شدید ذہنی صدمے سے ہی اس کی یہ حالت ہوئی ہے۔" امی نے اسے یقین دلانا چاہا تھا۔

"تو اس صدمے کا بدلہ وہ مجھ سے کیوں لے رہی ہے؟" وہ غم و غصے سے بے حال تھا۔

"احمر! ٹھیک ہوجائے گی وہ۔" بھابی نے بہت ہمت سے کام لیتے ہوئے کہنا چاہا تو وہ غصے سے پوچھنے لگا۔

"کب......؟ جب وہ مجھ سے طلاق لے لے گی؟"

اور اس کے سوال کا جواب ان دونوں کے پاس نہیں تھا۔

اس نے اپنے کمرے میں جاکر زوردار طریقے سے دروازہ بند کرلیا تھا۔ بھابی بے چارگی سے امی کو دیکھنے لگیں۔

"احمر تو پاگل ہورہا ہے' سبین کا رویہ حالات کو خراب کرتا جارہا ہے۔"

"میں ان سے بات کرتی ہوں۔ وہی سنبھالتے پھریں۔ مجھ میں تو اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ میں جوان بیٹے کو بربادی کی داستان سناتی پھروں۔" وہ اتنا کہہ کر

UrduPhoto.com

پھر سے رونے لگی تھیں۔ بھابی خود پر قابو پاتی انہیں تسلی دینے لگیں۔

❖❖❖

جس بات کو وہ مذاق اور شرارت پر محمول کر رہا تھا' وہ اب زندگی کو اس کے لئے عذاب بنا گئی تھی۔ سبین کے یوں انکار کرنے اور طلاق کا مطالبہ کرنے پر اس کی انا پر کاری ضرب لگی تھی۔

وہ دوسرے لڑکوں سے بہت سی باتوں میں مختلف تھا۔ جب وہ کالج حتیٰ کہ اسکول ہی میں تھا تو اس کے بہت سے دوستوں کی گرل فرینڈز ہوتی تھیں' جبکہ احمر کو اس چیز نے کبھی متاثر نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد جیسے ہی سبین اس کی زندگی میں آئی تھی' رفتہ رفتہ وہ اس کی محبت میں گرفتار ہوتا چلا گیا تھا۔ دونوں کی انڈر اسٹینڈنگ ہوگئی تھی کہ احمر کو اس کی ہر بات' ہر انداز اچھا لگنے لگا تھا۔ وہ بنیادی طور پر کسی ایک کا ہو کر رہنے والی فطرت کا مالک تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس قدر غیر متوقع حالات نے اسے چکرا کر رکھ دیا تھا مگر اس نے طے کرلیا تھا کہ اگر اس کی زندگی برباد ہوگی تو وہ سبین کو بھی اس کی مرضی کی زندگی گزارنے نہیں دے گا۔

فی الحال وہ خاموش ہوگیا تھا۔ غصہ کرکے جوش میں آ کر بھی اس پر اس مسئلے کی وجہ نہیں کھلی تھی۔ اب وہ اطمینان و سکون سے خود اس مسئلے کو ہینڈل کرنا چاہتا تھا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ وقتی اشتعال اس سے کوئی غلط فیصلہ بھی کروا سکتا تھا۔

ان دنوں اسے سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں تھی۔ آفس کے تمام ورکرز کا اپائنٹمنٹ ہوگیا تھا۔ نئے آفس کو سیٹ کرنے اور مارکیٹنگ ڈیویلپ کرنے کے لیے اسے ظاہری بات ہے' بہت محنت اور پوری توجہ سے کام کرنا پڑ رہا تھا۔ سو خانگی زندگی کا یہ مسئلہ گویا کچھ دنوں کے لیے سرد پڑ گیا تھا۔

❖❖❖

بھابی اوپر گئیں تو وہ ایزل کے سامنے کھڑی بڑی محویت سے پینٹنگ مکمل کر رہی تھی۔ چند لمحوں تک وہ اس کی مصروفیت دیکھتی رہیں پھر جھرجھری لے کر بولیں۔

''کیسی خوف ناک تصویریں بنانے لگی ہو تم' سبی۔ اسے تو دیکھ کر ہی وحشت اور ہولناکی کا تصور ذہن میں آتا ہے۔''

ان کی بات سن کر سبین کا ہاتھ جیسے بے جان ہوگیا۔ پھر ایک نظر اس نے اپنی بنائی ہوئی پینٹنگ پر ڈالی۔

اندھیری رات' اجاڑ سوکھے درختوں والا جنگل۔ اور ایک درخت کے نیچے ٹوٹی پھوٹی قبر' پھر جو اس نے سرخ رنگ کے اسٹروک لگائے تھے وہ جیسے گاڑھے لال خون کا تاثر پیش کر رہے تھے۔

سبین سوئے ہوئے لہجے میں بولی۔

''یہی تو اصل زندگی ہے بھابی۔''

''خدا نہ کرے۔'' بھابی دہل کر بولیں تو وہ کلر پلیٹ میز پر رکھتی ان کی طرف پلٹ آئی۔

''تقدیر نے تو جو کرنا تھا' کرلیا بھابی۔ اب یہ میری زندگی ہے۔'' اس نے ایزل پر لگی پینٹنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا پھر ہنسنے لگی۔

''یہ جو اندھیری رات ہے' یہ میری باقی ساری زندگی کا سمبل ہے اور یہ اجاڑ بیابان جنگل' یہ میری ناتمام خواہشات ہیں بھابی۔ جنہیں اب میں چاہوں بھی تو پورا نہیں کرسکتی اور یہ سرخ رنگ' یہ میرے ارمانوں کا' میرے جذبوں کا لہو ہے اور یہ جو قبر ہے نا' یہ میرا گھر ہے جہاں میں اکیلی رہوں گی۔ اپنے اس غلیظ اور مکروہ وجود کے ساتھ۔ ٹھیک ہے نا۔''

وہ بہت اطمینان سے اپنی بنائی ہوئی پینٹنگ کے ہر رخ کی وضاحت کرتے ہوئے ان سے پوچھنے لگی تو انہوں نے بے اختیار اسے گلے لگالیا۔ لمحہ بھر ہی میں دل بھر آیا تھا۔

''سبی نہ کرو ایسی باتیں۔ میرا دل کٹ کر رہ جاتا ہے۔''

''بھابی! کتنی مرتبہ کہا ہے' آپ سے کہ مجھے نہ چھوا کریں پلیز' ہاتھ بھی مت ٹچ کیا کریں مجھ سے۔'' اطمینان سے کہتے ہوئے بہت نرمی سے اس نے انہیں خود سے الگ کردیا تو ان کا جی چاہا کہ پھوٹ پھوٹ کر رودیں۔

''بہت فضول بولنے لگی ہو تم۔'' انہوں نے خود پر قابو پاتے ہوئے اسے سرزنش کی پھر اس کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہ دیکھ کر فوراً بات بدل گئیں۔ ''تم نیچے کیوں نہیں آ تیں؟''

ان کی بات پر سبین نے چند لمحے انہیں دیکھا پھر صوفے پر ڈھیر ہوتے ہوئے آزردگی سے بولی۔

''آپ اچھی طرح جانتی ہیں بھابی۔''

''تم احمر کو بہت غلط جج کر رہی ہو سبی۔'' دکھ بھابی کے لہجے میں بھی اتر آیا تھا۔

''یہاں تو ہر بات ہی غلط ہوگئی ہے بھابی۔ ایک یہ بھی سہی۔'' اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکان تھی۔

''وہ بے حد ڈسٹرب ہے۔ تم جانتی ہو نا کہ وہ تمہیں کس قدر چاہتا ہے اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ وہ خود سے وابستہ چیزوں اور رشتوں سے متعلق کس قدر جذباتی ہے۔ وہ تمہیں کسی بھی قیمت پر نہیں کھوئے گا۔ سبی جو تم کر رہی ہو وہ نری جذباتیت ہے اور کچھ نہیں۔'' بھابی نے اسے سمجھانا چاہا۔

''بھابی! مجھے زندہ دیکھ رہی ہیں نا' اسے بھی غنیمت سمجھیے۔ کجا کہ میں احمر کی زندگی بھی برباد کردوں۔ آپ مانتی ہیں نا کہ وہ بھی مجھے چاہتا ہے تو کیا میں اس کی اس چاہت کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کردوں؟''

اس کی آنکھوں میں چمکتی نمی اور لہجے کا بھیگا پن بھابی سے چھپا ہوا نہیں تھا مگر جن حالات کا سامنا اس نے کیا تھا' وہ اچھے بھلے مضبوط اعصاب کے مالک شخص کو بھی یقیناً پاگل پن کی حدود تک پہنچا سکتے تھے۔

''سبی! میری جان' ایک بار تم اس سے ٹھیک طرح سے بات تو کرلو۔ کوئی غیر تو نہیں ہے وہ اور پھر ضروری تو نہیں کہ ہم اسے یہ سب بتائیں۔''

''دھوکا' فریب' بھابی ان بنیادوں پر کب زندگی پنپتی ہے؟ میں ایسا کر بھی لوں تو وہ غرور اور مان کہاں سے لاؤں جو مجھ میں ایک بار پھر سے بھرپور اعتماد انجیکٹ کردے؟ یقین کریں بھابی! جب احمر کو اپنے لیے یوں بے قرار دیکھتی ہوں تو دل کو چین آنے کے بجائے ایک ہی یقین گھیرے رکھتا ہے کہ یہ سب کچھ پل بھر کا کھیل ہے۔ جس روز اسے حقیقت کا پتا چلے گا اس روز وہ پچھتائے گا کہ اس نے میرے پہلے ہی مطالبے پر مجھے آزاد کیوں نہیں کردیا۔''

آزردگی سے آنسو بہاتی وہ ان کا دل بھینچنے لگی۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

''سبی! زندگی میں یا تو ''ہوتا'' ہے یا پھر ''نہیں ہوتا'' اگر بنا کچھ بتائے تم اس کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتی تو ہر بات کہہ ڈالو اس سے۔ اس طرح یہ خلش تو دل میں باقی نہیں رہے گی نا کہ شاید احمر وہ نہ ہوتا جو میں سمجھتی رہی ہوں۔'' بہت ملتجیانہ انداز میں انہوں نے اسے سمجھانا چاہا مگر وہ بدک اٹھی۔

''نہیں بھابی۔ کبھی نہیں۔ میں اسی روز مر جاؤں گی بھابی۔''

''مگر تمہارا یہ فیصلہ درست نہیں ہے سبی۔ اگر بعد میں یہ سب کچھ ہو جاتا تو تم کیا کرلیتیں؟ یہ تو آزمائش ربی ہے۔ ہم نہ سمجھیں تو اور بات ہے۔''

''یہی کرتی جواب کر رہی ہوں۔ میں احمر کو بدلتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ وہ اپنی ہر چیز میں انفرادیت چاہتا ہے بھابی اور یہ فیصلہ میں نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر کیا ہے۔ پورا ایک سال...... ایک سال میں نے اس فیصلے کے پیچھے پاگل ہو کر گزارا ہے۔'' وہ آنسو بہاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''مگر یہ ٹھیک نہیں ہے سبی۔ تم دیکھو تو سہی' احمر کیا کہتا ہے؟''

''آپ کیا چاہتی ہیں کہ میں اس کی عدالت میں

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

کھڑی ہو کر اپنی سزا کا انتظار کروں۔ آپ لوگ کیوں چاہتے ہیں کہ وہ مجھے خود سے ٹھکرائے؟ چند ایک تو اچھی یادیں میرے پاس رہنے دیں بھابی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ میرے لیے تڑپ رہا ہے اور یہی چاہت یہی شدت میں آخری پل تک اس سے چاہتی ہوں۔ وہ مجھے دھتکار دے' مجھے ٹھکرا دے' میں تو اسی پل ختم ہو جاؤں گی بھابی۔ اب میں اسے ٹھکرا رہی ہوں تو دل میں ایک تسلی سی ہے کہ میں اسے چھوڑ رہی ہوں' وہ مجھے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ میں اسے ٹھکرا رہی ہوں اور وہ مجھے پانے کو بے قرار ہے۔''

اس کے آنسوؤں سے بھیگے لہجے میں اتنی حسرت' اتنا دکھ رچا ہوا تھا کہ بھابی نے بے اختیار اسے گلے سے لگا لیا تھا۔

''مت کرو اتنا ظلم خود پر بی۔ اتنا چاہنے کے بعد یوں چھوڑ دو گی اسے؟''

''کیا کروں بھابی...... میں کیا کروں؟'' وہ رو رہی تھی۔ ''آپ سب لوگ ہیں مگر اس سے زیادہ اپنا مجھے کوئی نہیں لگتا۔''

''بھابی! زندگی میرے لیے ایک بوجھ ہو گئی ہے۔ میں تنگ آنے لگی ہوں اس جینے سے۔ کوئی خوشی' کوئی زندگی کی نوید کب ملے گی مجھے؟'' وہ بے قراری سے پوچھ رہی تھی۔

''بس اپنے خدا پر پختہ ایمان رکھو بی۔ جو ہم لوگوں کو وعدے کی پابندی کی سختی سے تلقین کرتا ہے۔ سوچو وہ خود وعدے کا کتنا پابند ہو گا۔ بس اپنی طرف سے کوئی کمی نہ رکھو۔ نماز پڑھا کرو اور عاجزی سے دعائیں مانگا کرو۔ وہ کبھی خالی نہیں لوٹاتا' مگر شرط یہ ہے کہ تمہیں مانگنا پڑے گا اس سے۔ وہ اللہ ہے بی۔ اس کے خزانوں میں تمہیں نواز دینے سے کوئی کمی نہیں آئے گی مگر پہلا اقدام یہ ہے کہ تم اپنا جائزہ لو۔ تم کہاں تک اس کے حقوق پورے کر رہی ہو؟ ہم لوگ بھی بہت عجیب بلکہ بد قسمت ہیں بی۔ جب تک وہ ہمیں دیتا رہتا ہے' ہم بغیر شکر ادا کیے یوں قبول کرتے ہیں جیسے کہ یہ تو ہمارا حق ہے مگر جب وہ ذرا سا ہمیں اپنے ہونے کا احساس دلانے کے لیے رسی کھینچتا ہے۔ دن میں پانچ وقت نماز پڑھ کر چند دعائیں مانگ کر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا کام کر لیا ہے۔ بہت فخر سے ہر ایک کو بتایا جاتا ہے کہ ہم پانچوں وقت کی نماز پڑھتے ہیں اور وہ جو بچپن سے لے کر آخری عمر تک ہمیں بنا کچھ مانگے نوازتا رہتا ہے' وہ تو کبھی نہیں جتاتا کہ اس نے ہمیں اتنا دیا ہے۔ وہ اتنی بڑی بڑی خوشیاں ہمیں دیتا ہے مگر ہم نے کبھی بھی سوچنے کی زحمت نہیں کی' کیوں؟ کس نیکی کے بدلے میں؟ مگر جونہی وہ ذرا سی آزمائش ہم پر ڈالتا ہے' ہم بدک اٹھتے ہیں۔ اس سے بدگمان ہونے لگتے ہیں کہ ہم نے کون سا گناہ کیا ہے؟ تو جو ہمیں بغیر کسی نیکی کرنے کے ساری عمر اپنے لطف و کرم سے نوازتا رہتا ہے۔ کیا اس کا اتنا بھی حق نہیں ہے کہ وہ ہمیں آزما سکے؟ انہی آزمائشوں سے انسان اور اس کے رب کی محبت کھلتی ہے بی۔ اپنے دل میں بدگمانیوں کو جگہ مت دو۔ اس کی حاکمیت کا' اس کی بزرگی کا حق ادا کرو۔ وہ تمہیں نوازنے میں دیر نہیں کرے گا۔''

وہ آہستہ آہستہ مگر بہت گہرے لہجے میں اسے سمجھا رہی تھیں اور سبین کا مچلتا بے قابو ہوتا دل ٹھہرتا جا رہا تھا۔

❖❖❖

این سی اے سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کافی عرصہ یونہی گھر میں گزارا تھا۔ پھر ابو کی وفات کے بعد کچھ عرصہ شدید ٹینشن میں گزارنے کے بعد اس نے احمر کی واپسی سے دو تین ماہ پہلے ہی ایک بہت اچھے انگلش میڈیم اسکول میں ڈرائنگ ٹیچنگ شروع کر دی تھی جس کا ایک فائدہ اسے یہ ہوا تھا کہ دن میں چند گھنٹے اسے تکلیف دہ سوچوں سے نجات دلا دیتے تھے۔ ابو اور عثمان بھائی اس کی جاب کے سخت خلاف

UrduPhoto.com

تھے مگر پھر اس کی قدرے بہتر ہوتی دماغی حالت نے انہیں دھیما کردیا۔

وہ اسکول جانے کے لیے نکلی تو احمر گاڑی کا لاک کھول رہا تھا۔ تیزی سے اس کے سامنے آیا۔ وہ ناگواری سے دیکھنے لگی۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"میرے خیال میں ہم پہلے بھی کافی باتیں کرچکے ہیں۔" وہ بےزاری سے کہتی سائیڈ سے نکلنے لگی مگر وہ بازو پھیلا کر اس کا راستہ روک گیا تھا۔

"اگر تم اپنی مرضی کا فیصلہ چاہتی ہو تو پھر تمہیں میری بات سننی ہی پڑے گی۔" وہ تختی سے کہہ رہا تھا۔

یمین نے صرف ایک نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی پھر گاڑی کی طرف آ گئی۔

وہ گہری سانس لیتا گاڑی کا لاک کھولنے لگا۔ پچھلے دنوں سے وہ یمین کا جو روپ دیکھتا چلا آ رہا تھا' اس کے پیش نظر اس کا یوں آسانی سے مان جانا اسے کسی تبدیلی کا احساس دلانے لگا۔

احمر نے اس کے لیے فرنٹ ڈور کھولا تھا۔ وہ خاموشی سے اندر بیٹھ گئی۔ اس نے ہارن پر ہاتھ رکھا تو جلد ہی بھابی باہر آ گئیں جنہوں نے گیٹ بند کیا تھا۔ یمین کو احمر کے ساتھ جاتے دیکھ کر وہ کھڑی کی کھڑی رہ گئیں۔

ڈرائیونگ کرتے ہوئے احمر نے ایک اچٹتی نگاہ یمین پر ڈالی۔ وہ کسی مجسمے کی طرح ساکت ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہی تھی۔

"کہاں جاب کرتی ہو تم؟"

احمر کے سوال نے اسے چونکایا تھا۔ قدرے توقف کے بعد وہ اکھڑے انداز میں بولی۔

"میں نے تم سے لفٹ نہیں لی ہے۔ تمہیں جو بات کرنی ہے کرو۔ پھر مجھے گاڑی سے اتار دینا' میں خود چلی جاؤں گی۔"

اس کے انداز پر احمر کو بہت ضبط کرنا پڑا تھا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ غصے اور اشتعال سے بات بننے والی نہیں ہے۔

"تم میری ذمے داری ہو۔ یہ تمہاری اپنی گاڑی ہے' تمہارا حق بنتا ہے کہ میں تمہیں ڈراپ کرکے آؤں۔" بہت تحمل سے اس نے کہا تو وہ بہت آرام سے بولی۔

"میں بھی تو یہی چاہتی ہوں کہ تم مجھے "ڈراپ" کردو۔"

اس کی ذومعنی بات پر احمر کا دماغ جھنجنا اٹھا تھا۔ اس نے گاڑی کی رفتار کم کرتے ہوئے یمین کی طرف دیکھا۔

"اس کے لیے تمہیں عدالت سے رجوع کرنا پڑے گا' یمین احمر۔ کم از کم میں اپنی زندگی میں تو کبھی تمہیں آزاد نہیں کروں گا اور نہ ہی مجھے کوئی مجبور کرسکتا ہے۔ تم بھی نہیں۔"

اس کا ضبط بھی جواب دینے لگا تھا۔ اس کے اٹل انداز پر یمین نے ہونٹوں پر بڑی دل جلانے والی مسکراہٹ پھیلالی۔

"واہ' یہ تو ایک معجزہ ہو رہا ہے ورنہ مرد تو بخوشی یہ اقدام کرگزرتے ہیں۔"

احمر کا چہرہ پل بھر میں سرخ پڑ گیا تھا۔

"معجزہ تو واقعی ہو رہا ہے کیونکہ عورتیں اپنی زبان سے یہ مطالبہ کرنے کے بجائے مرجانا بہتر سمجھتی ہیں۔"

اس کے بے حد سلگتے انداز پر وہ ہنسنے لگی۔ پھر بڑے عجیب سے انداز میں بولی۔

"یہ بات تو تم نے سو فیصد درست کہی ہے۔"

"اگر تم مجھے اپنے اس مطالبے کا بیک گراؤنڈ بتادو تو مجھے بھی فیصلہ کرنے میں آسانی ہوجائے گی۔"

وہ اس سے مزید الجھ کر سلگنے کے بجائے سیدھی بات پر آ گیا۔ ڈرائیونگ نہ کر رہا ہوتا تو اس کی پھیکی پڑتی رنگت ضرور دیکھ لیتا۔

"اس فیصلے کا کوئی بیک گراؤنڈ نہیں ہے بس میں ایسا چاہتی ہوں۔" تھوڑی دیر کے بعد دیئے جانے والے جواب نے احمر کی انا پر کاری ضرب لگائی تھی۔ اس کا پیر بریک پر جا پڑا۔

"ٹھیک ہے۔ تم جو چاہتی ہو' وہ ہوجائے گا مگر میرے طریقے سے۔" اس کے لب و لہجے سے ہلکا سا اشتعال جھلک رہا تھا۔

"تھینک یو......" وہ بڑے اطمینان سے دروازہ کھول کر اتر گئی تو احمر کا جی چاہا کہ گاڑی اس کے وجود پر چڑھا دے۔ وہ جو پل پل اسے اور اس کی عزت نفس کو پامال کر رہی تھی۔

وہ رکشے میں بیٹھ کر چلی گئی۔ تب بھی وہ یونہی خالی نظروں سے سڑک کو دیکھتا رہا۔ کسی گاڑی کے تیز ہارن پر وہ یکلخت ہوش میں آیا تھا۔ گہری سانس لے کر وہ گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

"اب میں تمہیں اس مسئلے کو اپنے طریقے سے حل کرکے دکھاؤں گا' یمین احمر۔ اگر تم ذرا سی بھی بے وفائی کی مرتکب ہوئی ہو تو پھر میں بہت برا سلوک کروں گا تمہارے ساتھ۔"

اس کے ذہن میں جیسے آگ سلگ رہی تھی۔

"ابو میں کافی حد تک اسٹیبل ہوگیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یمین اب نیچے والے پورشن میں آجائے۔"

اس کی بے حد غیر متوقع فرمائش پر امی ابو' بھائی اور بھابی کے ہوتے ہوئے بھی لاؤنج میں جو سناٹا پھیلا تھا' اسے محسوس کرکے احمر کا خون کھول اٹھا تھا مگر اس نے فی الحال ابو کا جواب سننے کو ترجیح دی تھی۔

"ہاں' ٹھیک ہے۔ سوچتے ہیں' اس سے متعلق کچھ۔"

ان کے سراسر ٹالنے والے انداز پر لحظہ بھر کو وہ جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔ پھر تلخی سے بولا۔

"آپ اب بھی سمجھتے ہیں کہ سوچنے کو کچھ باقی رہ گیا ہے؟ حالات جس نہج پر جا رہے ہیں' اس سے آپ بہرحال مجھ سے کہیں اچھی طرح واقف ہیں۔"

"وہ سب بےوقوفی ہے اس کی اور کچھ نہیں۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"اور آپ میں سے کسی بھی شخص نے اتنی زحمت نہیں کی کہ اس سے اس بےوقوفی کی وجہ پوچھ لی جائے یا معلوم بھی ہے تو مجھے کیوں لاعلم رکھا جا رہا ہے؟" وہ ہنوز خفگی آمیز انداز میں بات کر رہا تھا۔

"لیکن احمر' اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ فی الحال تم اپنے بزنس کو دیکھو' آفس سنبھالو۔ بس ذرا اسے سنبھل جانے دو' پھر......"

عثمان بھائی بالکل بھابی والی ٹون میں اسے سمجھانے لگے تھے۔ خود کو یوں الجھائے جانے اور بہلائے جانے پر احمر کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔ ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ بول اٹھا۔

"مجھے اس کے سنبھلنے یا نہ سنبھلنے سے کوئی غرض نہیں۔ وہ میری منکوحہ ہے اور اب میں اسے اس گھر میں لانا چاہتا ہوں۔" اس کے انداز میں قدرے تیزی تھی جو ابو کو اچھی نہیں لگی۔

"آخر تمہیں اتنا غصہ کس بات کا ہے؟ میں خود اس سے بات کرلوں گا۔" ان کے لہجے کی سختی کو بھانپ کر وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔

"ویری گڈ۔ واقعی مجھے غصہ کس بات کا ہے؟ میری زندگی تو آپ لوگوں نے آتے ہی گل و گلزار بنادی ہے۔ مجھے تو خوشی کے مارے پاگل ہوجانا چاہیے یا پھر ساتویں آسمان پر پہنچ جانا چاہیے۔"

"احمر......" عثمان بھائی نے تنبیہی انداز میں کہتے ہوئے اسے بدتمیزی کا احساس دلانا چاہا تو وہ ان پر الٹ پڑا۔

"مت بہلائیں مجھے آپ لوگ۔ بےوقوف سمجھ رکھا ہے مجھے آپ نے کہ جس طرف میرا رخ موڑیں گے' میں اس طرف کو چل پڑوں گا۔ جہاں رکھیں گے' وہاں سے آپ کی مرضی کے بغیر نہیں ہلوں گا۔ آپ

UrduPhoto.com

سب لوگ اس کے اس رویے کی وجہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ اسی لیے اسے سمجھانے کے بجائے مجھے دباؤ میں لے رہے ہیں۔ جان بوجھ کر مجھے لاعلم رکھا جارہا ہے۔ آخر میں نے ایسی کیا خطا کردی ہے؟ اس نے مجھ سے طلاق کا مطالبہ کردیا اور آپ نے اس سے باز پرس تک نہیں کی۔ کیوں؟ کیونکہ آپ سب لوگ معاملے سے پہلے ہی واقف ہیں۔ کیوں چاہتے ہیں آپ لوگ کہ میں اسے چھوڑ دوں؟ کیا فائدہ ہوگا آپ لوگوں کو؟ مگر ایک بات آپ لوگ دھیان میں رکھ لیں۔ میں کبھی بھی کسی بھی صورت اسے طلاق نہیں دوں گا' چاہے وہ کسی اور ہی کو پسند کیوں نہ کرتی ہو۔"

وہ جو منہ میں آیا کہے چلا گیا۔ کسی کا بھی لحاظ نہیں کیا تھا۔

"احمر! ایسی کوئی بات نہیں ہے' وہ......" عثمان بھائی نے اس کی کیفیت دیکھتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہنا چاہا مگر وہ نہایت بدتمیزی سے ان کا ہاتھ جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایسی ہی بات ہے ورنہ سبین مجھ سے طلاق کا مطالبہ کسی صورت نہیں کرسکتی تھی۔ مجھے اب بس اس کی رخصتی چاہیے۔ اینڈ دیٹس آل۔ وہ چاہے کسی کو بھی پسند کرتی ہو۔ میں اس سے کسی بھی صورت دستبردار نہیں ہوسکتا۔ یہ بات آپ لوگ بھی اچھی طرح ذہن نشین کرلیں اور اسے بھی بتادیں۔ پھر بھی اگر وہ نہ مانے تو اس سے کہیے گا کہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ میں اسے رول کے رکھ دوں گا۔" وہ غصے سے بھڑکتا' شعلہ بار لہجے میں کہتا' ٹھوکریں مارتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

امی روتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔

"اوہ میرے خدا...... یہ کیسی آزمائش ہے۔" ابو نے دلگرفتگی سے کہتے ہوئے صوفے سے ٹیک لگائی تو ان کے چہرے پر پھیلتی زردی عثمان بھائی کو تشویش میں مبتلا کرگئی۔ وہ فوراً ان کے پاس بیٹھے اور ان کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"سب ٹھیک ہوجائے گا ابو۔ وہ جو کہہ رہا ہے مان لیں۔"

"اور بعد میں۔"

وہ جوان بیٹے سے نظریں چرا گئے۔ یہ وہ مسئلہ تھا جس پر وہ بھی کھل کر بات نہیں کرپائے تھے۔ مگر اب حالات نے جو رخ اختیار کرلیا تھا' وہ کسی باقاعدہ لائحہ عمل کا مستحق تھا۔

"کچھ بھی نہیں ہوگا۔ بھول جائے گا وہ یہ سب۔ جب سبین مان جائے گی تو وہ بھی سنبھل جائے گا اور پھر ہم سب ہیں نا۔" عثمان بھائی بہت سنجیدگی سے انہیں حل بتارہے تھے۔

"آپ خود ہی سے بات کریں۔ اسے سمجھائیں۔ زندگی ان جذباتی فیصلوں سے نہیں گزرتی۔ اور پھر احمر ہم سے جدا تو نہیں ہے۔ اگر ہم یہ سب قبول کرسکتے ہیں' برداشت کرسکتے ہیں تو وہ بھی کرلے گا۔"

"نہیں عثمان' اس کا رشتہ ہم سے بہت مختلف ہے۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں ان کی نفی کرگئے پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں سبین سے بات کرتا ہوں ورنہ اس کے اجڑنے کا غم تو مجھے لے بیٹھے گا۔" عثمان بھائی ان کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھے تھے۔

شام کے بڑھتے سایوں نے اوپر کے پورشن میں بالکل اندھیرا کر رکھا تھا اور سبین نے ایک بھی لائٹ آن نہیں کی تھی۔ عثمان بھائی نے آگے بڑھ کر لائٹ جلائی تو گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی سبین نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی وہ متوحش سی اٹھی اور بھاگتی ہوئی کمرے میں چلی گئی۔

عثمان بھائی نے بے اختیار ابو کی متغیر ہوتی رنگت کو دیکھا تھا۔

"ابو! آپ رہنے دیں۔ میں امی سے کہتا ہوں' وہ اسے سمجھادیں گی۔"

"کب تک وہ ہم سے یوں چھپتی رہے گی۔ میں اسے یوں زندگی برباد کرتے نہیں دیکھ سکتا۔" وہ آزردگی سے کہتے اس کے کمرے کی طرف بڑھے۔ صد شکر کہ اسے دروازہ لاک کرنے کا خیال نہیں آیا تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ رخ پھیر گئی تھی۔

"خدا کے لیے آپ چلے جائیں یہاں سے۔"

بے حد عاجزی سے کہے گئے الفاظ ان کے سینے میں برچھی کی طرح گڑ گئے تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر بے اختیار اسے خود سے لپٹالیا تو کتنے ہی دنوں سے ایسے ہی کسی مشفق سہارے کی منتظر سبین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ شدت ضبط سے ان کی آنکھوں میں بھی سرخی اتر آئی تھی۔

"بس کرو سبین۔ تمہارا رونا مجھے بہت تکلیف دے رہا ہے۔" اس کے بالوں کو چومتے ہوئے ان کی آواز بھرا گئی تھی مگر وہ اور زور سے رونے لگی۔

"میں...... بہت تکلیف میں ہوں بڑے ابو۔"

اس کا انداز انہیں اندر ہی اندر کاٹ کر رکھ گیا مگر وہ جانتے تھے کہ اسے ہر پل تسلی' اعتماد اور سہارے کی ضرورت ہے۔

"اب سب ٹھیک ہوجائے گا بیٹا۔ احمر آ گیا ہے نا۔"

انہوں نے بے حد محبت کے ساتھ اس کے زخموں پر پھایا رکھنا چاہا تو وہ تڑپ کر ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"نہیں بڑے ابو۔ کبھی نہیں۔ میں اس آزمائش سے نہیں گزرسکتی۔"

"کوئی آزمائش نہیں میرے بچے' اب تو خدا تمہیں خوشیاں دینے والا ہے۔ کسی انداز میں مت سوچو' احمر کو تو تم بھی اچھی طرح جانتی ہو۔"

"اسی کا نام زندگی ہے سبین۔ مگر ہر آزمائش کا صلہ بھی ضرور ملتا ہے۔" عثمان بھائی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو وہ ان کی طرف سے رخ پھیر گئی۔ انہوں نے بڑی شدت سے سبین کی اس حرکت کو محسوس کیا تھا۔ شانوں سے تھام کر اس کا چہرہ اپنی طرف کیا تو وہ رو دی۔

"بھائی پلیز۔ یوں مت کریں۔" بہت ضبط کرتے ہوئے بھی عثمان بھائی کی آنکھوں میں نمی تیر گئی۔ انہوں نے اس کی صبیح پیشانی چوم لی تھی۔

"کیوں چھپتی ہو مجھ سے بی۔ بہت دکھ ہوتا ہے مجھے۔ نہ کیا کرو ایسے۔ میں خود کو مجرم سمجھنے لگتا ہوں۔" عثمان بھائی نے بے بسی سے لبریز انداز میں کہا تو وہ ان کے شانے سے ماتھا ٹکائے رونے لگی۔ تبھی روتے روتے وہ ہسٹیریکل ہوگئی۔ اپنے حلق سے نکلتی دل خراش چیخوں کا شاید اسے خود بھی احساس نہیں تھا۔ بمشکل اسے سنبھالتے ہوئے عثمان بھائی نے اسے بستر پر لٹایا اور ابو کی طرف مڑے۔

"ڈاکٹر کو بلاؤں؟"

"کیا فائدہ ہے عثمان' سوا سال ہو رہا ہے' ابھی تک کیا کرلیا ہے ڈاکٹر نے؟"

سبین کے بے سدھ وجود پر نظر ڈالتے ہوئے وہ تھکے تھکے لہجے میں کہتے کرسی میں دھنس گئے۔ تبھی امی اور بھابی بھی اوپر آ گئی تھیں۔

❖❖❖

"بھابی' میں اسے فیس نہیں کرسکتی۔ وہ مجھ سے بددل ہوجائے' مجھ پر تھوکنا بھی گوارا نہ کرے' وہ وقت آنے سے پہلے میں مرجانا بہتر سمجھتی ہوں۔ میرے طلاق مانگنے پر وہ مجھے آوارہ اور بدکردار سمجھے گا نا؟ تو کوئی بات نہیں' میں واقعی ایسی ہوں۔ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اب تک مرگئی ہوتی مگر میں بے غیرت بن کر جی رہی ہوں۔" آنسو اس کی پلکوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

"میں نے کہا نا بی' یہ آزمائش ہے اور بس۔"

"تو پھر یہ دوغلا پن کیوں ہے؟ اگر یہ آزمائش ہے تو میرے دل کو چین کیوں نہیں آتا؟ میں پھر سے مطمئن اور پُراعتماد زندگی کیوں نہیں گزار سکتی؟"

UrduPhoto.com

"یہ سب تو تمہیں خود سے کرنا ہے بی۔ ہم ہیں نا' تمہیں پر اعتماد کرنے کے لیے۔ یہ سہارا بھی تو تمہیں خدا ہی نے دیا ہے۔ خدا کی طرف ایک قدم بڑھاؤ تو وہ ہماری طرف دس قدم بڑھاتا ہے۔ ہم چل کے اس کی طرف جائیں تو وہ دوڑ کے ہماری طرف آتا ہے۔ کیوں نہیں سنے گا وہ تمہاری دعا؟ تم اس سے سکون مانگو' اپنی مطمئن اور پرسکون زندگی کی دعا مانگو اور اس نے احمر کو وسیلہ بنایا ہے' تمہاری اچھی زندگی کے لیے تو یوں اپنی عاقبت نااندیشی سے اسے مت ٹھکراؤ۔ صبر کرنا سیکھو سبین۔ وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔" ان کے نرم لہجے کے جواب میں وہ ہسٹیریکل ہونے لگی۔

"کس بات کا صبر کروں؟ اپنے بے مایہ ہونے کا یا پھر اپنی یتیمی کا؟"

"یوں مت کہو بی۔ اس نے تو بنا مانگے ہی اتنا کچھ تمہیں دے رکھا ہے جس کا احسان تم اپنی زندگی دے کر بھی نہیں چکا سکتیں۔ اتنی محبتیں' اتنے پیار کرنے والے لوگ' اگر اس نے اپنی دی ہوئی چیزوں میں سے کچھ لے لیا تو کیا فرق پڑتا ہے' اسی کو آزمائش کہتے ہیں۔"

"مگر میں ہی کیوں بھابی......؟" وہ اب بھی آنسو بہا رہی تھی۔

"وہ ہمیشہ ظالم کی رسی کیوں دراز رکھتا ہے؟ وہ کیوں زمین پر خدائی فوجدار بنے پھرتے ہیں؟ پھر مجھے پتا تو چلنا چاہیے کہ میں نے ایسا کون سا گناہ کردیا تھا جس کی مجھے اتنی بڑی سزا دی گئی۔ پھر میں بھی چپ چاپ سہہ جاتی۔"

"آزمائشیں تو ولیوں اور پیغمبروں پر بھی آئی ہیں بی۔ وہ بھی تو کوئی گناہ نہیں کرتے تھے۔"

بھابی نے اس کی منفی سوچ کا رخ بدلنے کی پوری کوشش کر ڈالی تھی۔

"مگر میں ولی یا پیغمبر نہیں ہوں۔ بھابی' میں اتنی بار نہاتی ہوں دن میں کہ صابن ختم ہوجاتا ہے مگر میرے وجود کی غلاظت صاف نہیں ہوتی۔ مجھے تو خود اپنے آپ سے گھن آتی ہے بھابی۔ میں بھلا دوسروں کا سامنا کیسے کرسکتی ہوں۔ سب مجھ سے کس قدر بلند ہیں اور میں کتنی پست اور کتنی نیچ ہوں۔ یہ سب لوگ کتنے نیک ہیں جنہیں خدا عزیز رکھتا ہے' انہیں کوئی تکلیف نہیں دیتا۔ میں نے تو شاید پیدا ہوتے ہی گناہ کرنے شروع کردیئے تھے۔ تبھی تو اس نے......"

وہ خود پر سے ضبط کھو کر زور زور سے رونے لگی تو اسے چپ کرانے کے بجائے بھابی بھی رونے لگیں۔

❖❖❖

ابو کے بلاوے پر وہ ان کے کمرے میں گیا تو انہوں نے چھوٹتے ہی سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تمہارے پاس فقط دو ہی راستے ہیں احمر! پہلا یہ کہ تم سبین کو طلاق دے دو۔ دوسرا یہ کہ تم کچھ بھی جاننے کی خواہش کیے بغیر رخصتی کروالو اور جو کچھ ہوا' اسے بھول جاؤ۔"

کتنی ہی دیر بعد وہ بلینک ذہن لیے انہیں دیکھتا رہ گیا۔ بہت دیر کے بعد وہ بولنے کے قابل ہوا تھا۔

"مگر مجھے پتا تو چلنا چاہیے کہ ایسا کون سا راز ہے' اس معاملے کے پیچھے؟"

"میں نے کہا نا احمر۔ اگر تم میں اتنا حوصلہ ہے کہ کچھ پوچھ گچھ کیے بغیر اسے اپنالو تو ٹھیک ہے ورنہ اسے آزاد کردو۔"

وہ پوری آنکھیں کھولے انہیں دیکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا' جیسے سر پر کسی نے پہاڑ توڑ ڈالا ہو۔

❖❖❖

"یہ سب کیا ہے؟"

وہ ٹانگیں سینٹر ٹیبل پر دراز کیے صوفے پر نیم دراز تھا' جب اس کا شعلہ فشاں لہجہ اس کی سماعت سے ٹکرایا۔ احمر نے چونک کر سرخ ہوتی آنکھیں کھولیں تو اس نے ہاتھ میں پکڑے کارڈز اس کے منہ پر دے مارے۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تم سے علیحدگی چاہتی ہوں۔ پھر یہ سب کیا ہے؟" مارے اشتعال کے اس کی رنگت سرخ ہورہی تھی۔

احمر خاموشی سے یونہی ٹیک سے ٹکائے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی بلند آواز پر بھابی فوراً آگئی تھیں۔ مگر وہ ان سے بھی نہیں سنبھلی۔

"نہیں چاہیے مجھے ایسی زندگی۔ نہیں چاہیے مجھے دھوکہ دہی اور فریب سے آلودہ زندگی۔" اس نے کارڈز پھاڑنے شروع کردیئے تھے۔ شادی کے یہ کارڈز نہ جانے کیسے اس کے ہاتھ لگ گئے تھے۔

"نہیں چاہیے مجھے یہ بھیک۔"

اس نے کارڈز کے ٹکڑے احمر کے چہرے پر اچھال دیئے مگر وہ پھر بھی بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔

بھابی اسے زبردستی کھینچتی اپنے کمرے میں لے گئیں۔ ذہن میں اٹھتے بھونچال پر قابو پانے میں مصروف احمر اکیلا وہاں بیٹھا رہ گیا۔

وہ اب بھی مشتعل سی جانے کیا کچھ کہہ رہی تھی مگر دروازہ بند ہونے کی وجہ سے وہ سمجھ نہیں پارہا تھا۔

"تو یہ وقعت ہے اس کی نظروں میں تمہاری احمر رحیم......"

خون اس کی کنپٹیوں میں ٹھوکریں مار رہا تھا۔ سوچیں منتشر ہورہی تھیں۔ کوئی تو ہے ایسا جسے وہ اتنا چاہنے لگی ہے کہ......کوئی تو ہے مگر میں بھی دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے من کی مراد کیسے پاتی ہے۔ اگر میں نامراد رہوں گا تو یہی نامرادی اس کے حصے میں بھی آنی چاہیے۔

اس کی سوچوں نے بھی سلگنا شروع کردیا تھا۔

بھابی نے اسے بہت محبت کے ساتھ بانہوں میں سمیٹ رکھا تھا۔

"کیوں پریشان ہورہی ہو بی اور یہ کیسا سلوک کررہی ہو تم احمر کے ساتھ؟"

"میں اس کے ساتھ اس سے بھی برا کروں گی۔ جب میں نے اسے منع کردیا تھا تو پھر وہ یہ سب کیوں کررہا ہے؟" وہ مشتعل تھی۔

"کیونکہ اب وہ سارا معاملہ ختم ہوچکا ہے۔"

بھابی کے آہستگی سے کہنے پر وہ یکلخت خاموش ہوکر انہیں دیکھنے لگی۔

"اب ذرا آرام اور تحمل سے میری بات سنو۔" انہوں نے بہت محتاط انداز میں کہنا شروع کیا۔ "ابو نے احمر سے ہر بات کلیئر کرلی ہے۔"

"بھا......بی......" اس کے ہونٹ بے آواز نیم وا ہوئے تھے۔ آنکھوں میں خوف سا بھرنے لگا۔

"اس نے کچھ بھی نہیں کہا' یقین کرو۔ ابھی دیکھا ہے ناتم نے؟ اس کی رضامندی ہی سے یہ بات آگے بڑھی ہے۔"

"نہیں بھابی۔" اس نے نفی میں سر ہلا کر انہیں بازو سے پکڑ کر جھنجوڑا۔ "اس سے یہ سب کیوں کہہ دیا بھابی؟ میں اس کا سامنا کیسے کرپاؤں گی؟"

"خواہ مخواہ کی سوچوں کو ذہن میں جگہ مت دو بی۔ تم نے بھی تو اس تلخ حقیقت کو فیس کیا ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو کہ اسے تم سے محبت نہیں ہے؟ اس کی دیوانگی سے تم واقف نہیں ہو کیا؟ اس کی محبتوں پر تو تمہیں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے' میری جان۔ اب سب ٹھیک ہوجائے گا۔ بس تم خود کو سنبھال لو۔"

وہ اس کی بے یقینی بھانپ کر بڑے نپے تلے الفاظ میں اسے خوشیوں کی نوید دے رہی تھیں۔

"تم اس سب کو خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔"

ان کی باتوں نے بھی سبین کے دل میں خوشیوں کے پھول نہیں کھلائے تھے۔ اس نے آزردگی کے ساتھ ٹھوڑی گھٹنوں پر ٹکادی۔

"یہ سب میرے بس میں نہیں ہے بھابی۔ آپ جس بات کو بھولنے کا کہہ رہی ہیں' وہ راتوں کو مجھے جگاتی ہے' ڈراتی ہے۔ مجھے رات کو نیند نہیں آتی بھابی۔"

UrduPhoto.com

''چلو اب بس کرو۔ میں نے تمہیں اتنی اچھی خوش خبری سنائی ہے اور تم مجھے بھی اداس کررہی ہو۔'' بھابی نے اسے خفگی سے ٹوک دیا تھا۔ چند لمحوں تک یونہی بیٹھے رہنے کے بعد وہ بے تاثر سے انداز میں پوچھنے لگی۔

''بھابی! میں نے جو کچھ اس سے کہا ہے اور جیسا رویہ روا رکھا ہے اس سے متعلق تو کچھ نہیں کہے گا وہ؟''

''میرا دیور بہت نائس ہے اور اب تو ہر بات اس کے علم میں ہے۔ وہ کیوں ناراض ہوگا۔''

''آپ لوگ تو یہ فیصلہ کرکے بہت مطمئن اور خوش ہیں بھابی۔ اور میرے لیے اب اس کا سامنا کرنے کا خیال ہی سوہان روح ہے۔ اب جب کہ سب کچھ اس کے علم میں آچکا ہے تو میں خود کو......'' اس کی آواز بھاری ہونے لگی تو لمحہ بھر کو رک کر اس نے خود پر قابو پایا پھر آزردگی سے بولی۔

''بھابی میں وہ مان' وہ فخر کہاں سے لاؤں؟ کیا اب میں کبھی اس سے نظریں ملا کر بات کرسکوں گی؟ کبھی بڑے مان سے کوئی ضد منوا سکوں گی؟''

''خدا کے لیے بی' زندگی کو اتنا مشکل مت بناؤ۔'' بھابی ملتجیانہ انداز میں اسے ٹوک گئیں۔ پھر ناصحانہ انداز میں بولیں۔ ''اور جو میں کہوں' اسے دل پر لکھ لو۔ کبھی بھی اس کے سامنے گزری باتوں کو مت دہرانا۔ خود کو اس کے رنگ میں رنگ لینا۔ جو وہ کہے اسے مقدم جاننا کیونکہ وہی تمہارا اپنا ہے۔ سر سے پاؤں تک۔ ابو نے اس سے ہر بات کلیئر کرلی ہے۔ تم اب بس اپنی نئی زندگی شروع کرو۔ اس کی محبتوں کی شدت تو تم دیکھ ہی چکی ہو۔ تم نے اس سے علیحدگی تک کا مطالبہ کردیا تھا مگر وہ تم سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہوا۔ کوئی اور ہوتا تو اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا کر اسی وقت کوئی انتہائی فیصلہ کر ڈالتا۔ اس کی محبت کی قدر کرنا' صبر اور حوصلے سے اس کا ساتھ دینا۔ وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا کیونکہ وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے۔''

بھابی کی آواز کسی مترنم نغمے کی طرح اس کی سماعت میں اتر کر سکون پہنچا رہی تھی۔ اس کی خاموشی نے بھابی کو بھی مطمئن کردیا۔ انہوں نے جھک کر اس کے بال سمیٹتے ہوئے اس کی پیشانی چوم لی۔

❖❖❖

کتنے ہی دنوں کے ہلے گلے کے بعد ان کی شادی مکمل ہوئی تو بجائے بیین کے نیچے شفٹ ہونے کے سب کی رضامندی سے احمر اوپر شفٹ ہوگیا تھا۔ سب کزنز نے احمر کی ''رخصتی'' کے بہت لطیفے بنائے تھے۔ بیین کا سوگوار سا حسن ہر کسی کی توجہ اپنے آپ میں سموئے ہوئے تھا۔ البتہ احمر بہت سنجیدہ تھا لیکن اس کی گزشتہ عادت کے پیش نظر سب اسے اس کی نیچر پر محمول کررہے تھے۔

بیین کے کمرے ہی کو حجلۂ عروسی بنایا گیا تھا۔

اس نے بھابی کو کمرے ہی میں ٹھہرا رکھا تھا۔ وہ سخت نروس ہورہی تھی۔

احمر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو بھابی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''لو بھئی...... تمہاری امانت آج سے تمہارے حوالے۔'' وہ شرارت سے کہتی باہر نکلنے لگی تھیں کہ اس نے انہیں روک لیا۔

''جو کہنا ہے' اب صبح کہہ لینا۔ میرا میاں اور بچہ انتظار کررہا ہوگا۔'' انہوں نے اسے گزرتے وقت کا احساس دلانا چاہا تو وہ سرد مہری سے ان کی بات کاٹ گیا۔

''میں بھی انہی لمحات کا انتظار کررہا تھا۔ بھابی' اب آپ مجھے بتائیں کہ وہ کون تھا جس کی وجہ سے یہ مجھ سے علیحدگی کا مطالبہ کررہی تھی؟''

بھابی کا تو رنگ اڑا ہی تھا' بیین کو بھی شدید جھٹکا لگا۔ اس نے بے یقینی سے بھابی کو دیکھا تھا۔

''احمر! ابو نے تم سے بات کلیئر تو کرلی تھی پھر......؟'' انہوں نے تیزی سے خود کو سنبھالا تھا۔

UrduPhoto.com

"انہوں نے مجھ سے صرف اتنا کہا تھا کہ یا تو میں اسے طلاق دے دوں یا پھر کچھ پوچھے بغیر رخصتی کروالوں۔ میں نے وہی کیا جو میں بہتر سمجھتا تھا۔ اب آپ مجھے بتائیں گی کہ کیا بات ہے؟"

"ان سے نہیں‘ جو کچھ پوچھنا ہے‘ مجھ سے پوچھو۔"

ابتدائی جھٹکے سے سنبھلنے کے بعد وہ یکلخت اپنے حلیے کا خیال کیے بغیر بستر سے نیچے اتر آئی تھی۔ بھابی کے ساتھ ساتھ احمر نے بھی چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ وہ اپنا ٹیکا نوچنے کے بعد اب ناک سے نتھ اتار رہی تھی۔ چند لمحے وہ یونہی اس کی سرکشی جانچتا رہا پھر آگے بڑھ کر بستر پر بیٹھا اور جوتے اتارتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔

"تم سے تو اب میں بہت اچھی طرح پوچھوں گا۔ بہت سے حساب نکلتے ہیں تمہاری طرف۔"

بھابی بے چاری سبین سے نظریں نہیں ملا پارہی تھیں۔

"آپ جائیں بھابی۔ اب یہ ہمارا "اندرون خانہ" معاملہ ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اسے بخوبی ہینڈل کرلوں گا۔" اس کے پرسکون لہجے میں دہکتی آگ کی تپش بھابی کو بہت اچھی طرح محسوس ہوئی تھی۔

"احمر! تم خواہ مخواہ بات کو مت بڑھاؤ۔ یہاں کوئی معاملہ نہیں ہے۔" بھابی نے خود پر قابو پاتے ہوئے اسے ڈانٹنے کی کوشش کی مگر وہ انہیں نظر انداز کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے...... گڈ نائٹ۔" وہ یوں کھڑا ہوتے ہوئے بولا تھا‘ جیسے ان کے باہر نکلتے ہی دروازہ بند کرلینے کا ارادہ ہو۔ وہ شرمسار اور بے بسی سے سبین سے نظریں ملائے بغیر باہر نکلتی چلی گئیں۔

وہ دروازہ بند کرکے پلٹا تو سبین سارا زیور اتار کر بستر پر ڈھیر کرچکی تھی۔

"اتنی جلدی کیا ہے‘ یہ کام تو میں بھی کرسکتا تھا۔" وہ بہت تمسخرانہ انداز میں کہتا بلیک پرنس کوٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔

وہ ایک کٹیلی سی نگاہ اس پر ڈالتی باتھ روم میں گھس گئی۔

احمر کا ہاتھ بٹن پر ہی ٹھٹک گیا پھر اس نے گہری سانس لیتے ہوئے سر جھٹکا تھا۔

کپڑے تبدیل کرکے وہ نچڑتے چہرے کے ساتھ باہر نکلی تھی۔ ساڑھے تین ہزار کے میک اپ پر اس نے فراخدلی سے صابن اور پانی پھیر دیا تھا۔ وہ سرد تاثرات لیے تکیے سے ٹیک لگائے اس کی حرکات جانچ رہا تھا۔ صوفے میں دھنسی دوپٹے کے پلو سے تھپتھپا کر چہرہ خشک کرتی وہ بے حد پرسکون اور نارمل تھی جیسے تمام حالات اس کے کنٹرول میں ہوں۔

اس کا یہ بے نیازی اور لاپروائی بھرا اطمینان احمر کو دھیرے دھیرے مشتعل کرتا جارہا تھا۔ خود کی نفی اس سے برداشت نہیں ہورہی تھی۔

"میرے خیال میں اب کافی نخرہ ہوگیا ہے۔ ہمیں ٹو دی پوائنٹ بات کرنی چاہیے۔" اس کی مصروفیات پر احمر نے تلخی سے طنز کیا تو وہ بڑے سکون سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"کتنی بار ٹو دی پوائنٹ بات کروگے؟" اس کا اس طرح جتانا احمر کو کھل گیا۔

"جب تک تم مجھے تمام معاملہ کلیئر نہیں کردیتیں۔"

"میں اس وقت بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" وہ اسی لاپروا مگر طمانیت بھرے انداز میں بولی تو اب کی بار وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر چند لمحوں میں اس کے سامنے جا پہنچا۔

"تم کیا سمجھتی ہو کہ مجھے یوں جہنم میں جھونک کر تم "اس کی" یادوں میں ڈوب کر زندگی گزارو گی تو یہ تمہاری بہت بڑی بھول ہے۔ میں تمہیں تمہارے لائق بھی نہیں چھوڑوں گا‘ کجا کہ کسی اور کے لیے۔"

اس کے سنسناتے ہوئے لہجے اور کچھ کرگزرنے والے انداز نے سبین کو اندر تک ہلادیا تھا۔ بہت جانی پہچانی وحشت اور دہشت کی لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی کو سنسنا گئی تھی۔

"تم میرے ساتھ کسی بھی معاملے میں زبردستی نہیں کرسکتے۔" بظاہر اس نے بہت اعتماد سے کہا مگر اپنے الفاظ کے کھوکھلے پن سے وہ خود بھی اچھی طرح واقف تھی۔

"یہ تمہاری بھول ہے۔" اسے بازو سے پکڑ کر زبردستی اٹھاتے ہوئے وہ اسی سرد اور خوف زدہ کردینے والے انداز میں بولا تو سبین کا ذہن جیسے تیزی سے دفاع کے لیے بھاگ دوڑ کرنے لگا۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔" اپنا بازو اس کے ہاتھ کی مضبوط گرفت سے چھڑانے کی سعی کرتے ہوئے وہ قدرے مشتعل ہوکر بولی تو احمر نے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑ دیں۔

"یہ تعلق بھی تمہاری مرضی سے بنا ہے۔"

"اگر مجھے نکاح سے پہلے بھی اس طرح کی سچویشن کا سامنا کرنا پڑتا تو یقین کرو احمر رحیم‘ میں حق مہر میں بھی تم سے طلاق ہی طلب کرتی۔" بہت تیز اور زہرخند لہجے میں کہتی وہ احمر کو بے قابو کرگئی۔

"چٹاخ‘ چٹاخ۔"

یکے بعد دیگرے دو زوردار تھپڑوں نے اس کے پورے وجود کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

"تم اس قدر گھٹیا ہوسکتی ہو‘ میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اگر میرا تم سے کوئی رشتہ نہ ہوتا تو میں تم پر تھوک دیتا مگر اب تم میری مجبوری ہو جسے نہ تو میں بھی نباہوں گا اور نہ ہی کبھی چھوڑوں گا۔ اتنی ذلت برداشت کرنے کے بعد بھی اگر میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا تو صرف اس لیے کہ میں تمہیں بھی نارسائی کی اسی آگ میں جلانا چاہتا ہوں‘ جس میں‘ میں جل رہا ہوں۔ اگر میں تمہیں نہیں پاسکا ہوں تو تم بھی میرے جیتے جی کسی اور کی نہیں ہوسکتیں۔"

ایک جھٹکے سے دھکیل کر احمر نے اسے کسی ناپاک شے کی طرح صوفے پر پھینک دیا تھا۔

شدید سردی کے باوجود وہ ٹیرس پر کتنی ہی دیر ٹہلتا رہا تھا۔

اس دن کے انتظار میں بھی اس نے ایک ایک دن گن کر گزارا تھا اور ہاتھ کیا آیا تھا۔ نارسائی کے دکھ کا کبھی نہ ختم ہونے والا احساس؟ اس نے چمکتے ستاروں بھرے سیاہ آسمان پر نظر ڈالتے ہوئے گہری سانس لے کر اندر کی گھٹن باہر نکالنے کی سعی کی تھی۔

"اس نے مجھے ٹھکرادیا۔ اتنا ذلیل کردیا۔ قدم قدم پر میری عزت نفس کو چکنا چور کررہی ہے۔ میری انا کو چیلنج کررہی ہے مگر...... مگر یہ دل...... میں کیوں اس سے اس طرح نفرت نہیں کرپارہا جس کی کہ وہ حق دار ہے؟"

اور سچی بات تو یہ تھی کہ ان تین سالوں میں سبین نے اپنی وارفتگیوں اور بے تحاشا محبت کے اعتراف سے اسے اپنا والہ وشیدا بنالیا تھا۔ دن رات وہ اسی کو سوچتا تھا۔ گویا کہ سبین وہ مدار‘ وہ نقطہ بن گئی تھی جس کے گرد وہ نہ بھی چاہتا تو چکرا تا رہتا تھا۔

اور اب‘ احمر جیسے فقط ایک ہی کو محبوب بنا کر رکھنے اور پوری شدت سے چاہنے والے شخص کے لیے تو یہ تمام صورت حال پاگل کردینے والی ہی تھی۔ وہ خود فیصلہ نہیں کرپارہا تھا کہ اسے کیا قدم اٹھانا چاہیے۔ اسی لیے اس نے سبین کے انکار اور طلاق کے مطالبے کے باوجود رخصتی کروالی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ جب سبین بھی اپنی محبت کو کھوئے گی تو اتنی ہی تکلیف محسوس کرے گی جتنی کہ وہ محسوس کررہا ہے مگر اسے اب احساس ہورہا تھا کہ یہ تمام حالات اب سبین ہی کے لیے نہیں خود اس کے لیے بھی ایک امتحان بن گئے تھے۔

بھلا تشنہ لب کے سامنے ہر وقت ٹھنڈا میٹھا دریا بہتا

UrduPhoto.com

رہے تو وہ کیسے اور کیوں جبر و صبر کرے؟

کتنی ہی دیر وہ یونہی سردی سے بے نیاز گھومتا رہا۔ پھر اندر آ کر لاؤنج میں صوفے پر ہی ڈھیر ہو گیا۔

❖❖❖

ولیمے کی تقریب بھی احمر نے بس بھگتائی ہی تھی۔ پرپل اور فیروزی کنٹراسٹ کامدار پشواز میں سبین کا حسن لحظہ بھر کو تو دوستوں کے گھیرے میں کھڑے احمر کی نگاہ کو بھی ٹھٹکا گیا تھا۔

کیا گناہ گاروں پر بھی اس قدر روپ آتا ہے؟

پھر اس نے سنبھلتے ہوئے استہزائیہ انداز میں سوچا تھا۔

ناممکن تو کچھ بھی نہیں۔ دیکھنے میں تو سانپ بھی بہت خوب صورت لگتا ہے۔

''آئی ایم ویری سوری بی۔ یقین کرو مجھے تو بس یہی علم ہوا تھا کہ ابو نے احمر سے معاملہ کلیئر کر لیا ہے۔ اس سے آگے عثمان نے مجھے کچھ بتایا ہی نہیں۔'' بھابی موقع پاتے ہی اس سے اپنی صفائی پیش کرنے لگیں۔

اس نے بے حد سپاٹ نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

''اب کیا فرق پڑتا ہے بھابی؟ اب تو انتظار ہی کرنا ہے' آپ کو بھی اور مجھے بھی۔'' اس کے تھکے ماندے انداز میں خوشی کی کوئی رمق نہیں تھی جس سے وہ شبہ ہی کر سکتیں کہ گزشتہ رات اس کے سارے دلدر دور کر گئی ہو گی۔

اس کی آنکھوں سے جھلکتی وحشتیں گواہ تھیں کہ یہ رفاقت محض ضد اور انا کی پاسداری کے عوض عمل میں آئی تھی۔

سب لوگ کھانے کے لیے جانے لگے' تب احمر آ کر سبین کے ساتھ براجمان ہو گیا۔

''اُس'' کو بھی انوی ٹیشن بھجوایا تھا کہ نہیں؟'' طنزیہ انداز میں پوچھا تو لہجہ آگ برسا رہا تھا۔ سبین نے بڑے حوصلے کے ساتھ پلکیں اٹھا کر اس کو دیکھا اور بڑے رسان سے پوچھا۔

''کس کو؟''

اس کے سوال پر چند لمحے وہ لب بھینچے اسے دیکھتا رہا تھا پھر بھنچے بھنچے انداز میں بولا۔

''وہی جسے اس رخصتی کی سب سے زیادہ تکلیف پہنچی ہو گی۔''

ہلکی سی حیرت سبین کی آنکھوں میں سمٹ آئی تھی۔ یہ گرما گرمی مزید چلتی اگر ان کے کزنز کی ہاؤ ہو شروع نہ ہو جاتی۔ کیمرے کے ذریعے مووی میکر ان کا یہ وارفتہ سا انداز کیچ کر چکا تھا۔

''اس مووی کا سب سے زبردست سین یہی ہو گا۔'' وہ سب چھیڑ رہے تھے۔ احمر انہیں گھور کر فوراً ہی وہاں سے اٹھ گیا تو انہوں نے سبین کا پیچھا لے لیا۔

وقت کب رک کر حالات کا جائزہ لیتا ہے۔ اس کا کام تو گزرنا ہے۔ سو دن جلد ہی اپنی روٹین پر آ گئے تھے مگر احمر کی ساری خوش مزاجی و خوش گفتاری قصۂ پارینہ بن چکی تھی۔ گھر والوں سے وہ بالکل کٹ گیا تھا۔ آفس سے آتے ہی سلام دعا کے بعد وہ سیدھا اوپر چلا آتا اور پھر ٹی وی دیکھتا رہتا یا کوئی کتاب پڑھتا رہتا۔ عجیب بے حسوں کی طرح زندگی گزر رہی تھی۔ سبین تو جیسے اسے دکھائی ہی نہیں دیتی تھی۔ گھر والوں سے ان دونوں کی کشیدگی اوجھل نہیں تھی مگر کسی کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ کس کو سمجھایا جائے اور سب سے بڑی بات یہ کہ کیا سمجھایا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بے بسی سے بس تماشا دیکھنے پر مجبور تھے مگر بھابی ان کی اجاڑ زندگی دیکھ کر کڑھتی رہتی تھیں۔ انہوں نے تو یہی سوچا تھا کہ سبین احمر کی زندگی میں آئے گی تو گھر مزید خوشیوں اور اس کی شرارتوں سے جگمگا اٹھے گا مگر یہاں تو خوشی کے آثار تک دکھائی نہیں دیتے تھے۔

اس کی اسکول کی جاب ہنوز جاری تھی۔ کبھی کبھار وہ نیچے آ کر امی اور بھابی کے پاس بیٹھ جاتی تھی مگر اب بھابی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ وہ ان کے پاس آ کر بیٹھی تو انہوں نے سیدھے سبھاؤ بات شروع کر دی۔

''احمر کا حال دیکھا ہے تم نے؟''

''کیوں' کیا ہوا؟'' وہ حیران ہوئی۔

''شرم کرو بی۔ یہ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو۔ حالانکہ ان سب باتوں کا تمہیں علم ہونا چاہیے۔ بیویاں تو اپنے شوہر کی آنکھ کا اشارہ پہچان لیتی ہیں اور تمہیں چھ فٹا شوہر ہی نظر نہیں آتا۔'' وہ پھٹ پڑیں۔ سبین ششدر سی انہیں دیکھ رہی تھی۔

''آخر تم اسے کس بات کی سزا دے رہی ہو؟ یہی قصور ہے نا' اس کا کہ اس نے تم سے محبت کی ہے۔ اور تم نے کتنی انسلٹ کی ہے اس کی' طلاق تک کا مطالبہ کر دیا مگر وہ تم سے دستبردار نہیں ہوا۔ یہی خطا ہے نا اس کی؟ فار گاڈ سیک بی! تم نارمل لائف کیوں نہیں گزارتیں۔ خدا نے تمہیں موقع دیا ہے۔ تمہارے لیے ایک وسیلہ بنایا ہے اور تم اس قدر ناشکرا پن دکھا رہی ہو۔ مان کیوں نہیں لیتیں کہ جو آزمائش خدا نے تم پر ڈالی تھی' اس کا صلہ اس قدر محبت کرنے والے شوہر کی صورت میں تمہیں دیا ہے۔ کیوں نعوذ باللہ منکر ہوئی ہو خدا کی خدائی سے۔ اس کے کیے سے......؟''

وہ زرد پڑتی رنگت لیے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کیے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ وہ زچ آ گئیں۔

''مت یوں زندگی برباد کرو بی۔ اپنی اور احمر کی بھی۔ وہ اس قدر اچھا ہے' پتا نہیں تمہارا کیسے دل کرتا ہے اسے تکلیف پہنچانے کو۔''

''بھابی۔'' اس کے لب لرزے تھے۔

''توازن کی زندگی گزارو بی' شدت پسندی کہیں بھی اچھی نہیں ہوتی۔'' وہ قدرے دھیمی ہو گئیں۔ سبین کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

''بھابی! اسے کس بات کی سزا دوں۔ اسے لاعلم رکھنا میرا دل' میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا۔''

''میں نے پڑھا تھا کہ کسی عورت سے کوئی گناہ ہو گیا تو وہ خلیفہ وقت کے پاس گئی اور کہا کہ ''مجھ سے فلاں گناہ ہو گیا ہے۔ مگر میرا شوہر اس سے لاعلم ہے' کیا میں اسے بتا دوں۔'' خلیفہ وقت نے فرمایا۔ ''جو گناہ تم سے رات کی تاریکی میں سرزد ہوتے ہیں' ان کی پردہ پوشی خدا کرتا ہے پھر تم کون ہوتی ہو کہ اسے طشت ازبام کرو۔ بس معافی مانگو اپنے خدا سے اور مغفرت طلب کرو۔'' اور سختی سے اسے وہ بات اپنے شوہر کو بتانے سے منع کر دیا۔ اور تم تو بے قصور ہو بی پھر کیوں ہر وقت خود کو مورد الزام ٹھہراتی رہتی ہو۔ کیوں خود کو برباد کر رہی ہو۔ احمر کو دیکھو' اس کی صحت کتنی ڈاؤن ہو رہی ہے۔ گھر کا کھانا ناشتا وہ چھوڑ چکا ہے اور میرا نہیں خیال کہ تم نے کبھی اس سے پوچھا ہو گا۔ صبح میں نے دیکھا تھا کہ وہ اپنے کپڑے بھی خود پریس کر رہا تھا۔ اس سے کس بات کا بدلہ لے رہی ہو بی۔ اس کی محبت کا؟''

''بھابی میں کیا کروں؟ آپ سب نے جانتے بوجھتے مجھے اس امتحان میں ڈالا ہے۔ آپ لوگ جانتے تھے کہ میں اسے کچھ نہیں دے سکتی۔ حتیٰ کہ ذہنی سکون تک بھی نہیں۔ میں اس قابل ہی کہاں ہوں جو......'' وہ بہت دل گرفتہ انداز میں کہنے لگی تو شاید زندگی میں پہلی بار بھابی کو اتنا شدید غصہ آیا تھا۔

''بکواس بند کرو سبین۔ اگر ہم خاموشی سے تمہاری باتیں سن لیتے ہیں تو یہ مت سمجھو کہ قائل بھی ہو گئے ہیں۔ اب اگر خدا نے تمہیں ایک اچھی زندگی گزارنے کا موقع دیا ہے تو کیوں ٹھکرا رہی ہو۔ اور کیا چاہیے تمہیں؟ کبھی تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ تم اپنے ساتھ ساتھ احمر کو بھی برباد کر رہی ہو؟ یہاں تو لڑکی گھر سے بھاگ جائے تو پھر والدین کے گھر آ کر کچھ عرصے کے بعد ہنسی خوشی رہنے لگتی ہے۔ تمہاری تو بات ہی اور تھی۔ تمہیں تو اب تک ادراک ہو جانا چاہیے تھا کہ خدا تمہارے ساتھ ہے مگر تم اسی ایک دکھ کے پیچھے ساری خوشیوں کو ٹھوکر مار رہی ہو۔ اور یہی نہیں بلکہ دوسروں کو

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

بھی دکھ دے کر خوش ہوتی ہو۔"

اس کی زرد پڑتی رنگت بھابی سے مخفی نہیں تھی مگر وہ جانتی تھیں کہ وہ یوں نرمی سے راہ راست پر آنے والی نہیں ہے۔

"تم کیا سمجھتی ہو کہ تم جو چاہے کرتی رہو' کسی اور کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی؟ کبھی امی کا حال دیکھا ہے۔ رات دن وہ احمر کے لیے روتی ہیں' دعائیں کرتی ہیں۔ ابو کو دیکھو' عثمان کو دیکھو۔ کس قدر محبت کرتے ہیں وہ سب تم سے' احمر سے۔ اور تم دونوں کو یوں ویران زندگی گزارتے دیکھ کر کبھی سوچا ہے کہ ان سب پر کیا گزرتی ہوگی؟ تم تو اپنی ضد' اپنی خوشی سے مطمئن ہو مگر باقی سب کیا کریں؟ یہ لوگ تو کسی سے شکایت بھی نہیں کرسکتے اور تم فقط اپنی ضد پر اڑی ہوئی ہو۔ کیا یہی تھی تمہاری اس گھر اور اس کے مکینوں سے محبت؟ مجھے تو لگتا ہے کہ تم نے کبھی احمر کو چاہا ہی نہیں تھا ورنہ آج یوں اسے خوار نہ کرتیں۔ زندگی یوں نہیں گزرتی سبین۔ یا تو اسے سب کچھ بتادو یا پھر پردہ پوشی کرکے خدا کے حکم کے مطابق زندگی گزارنا شروع کردو۔ محبت سے پیش قدمی کروگی تو وہ بھی بھولنے میں پل نہیں لگائے گا مگر تم کوشش تو کرو۔" وہ اسے سمجھاتے سمجھاتے تھک سی گئی تھیں اور وہ اس قدر ساکت وجامد بیٹھی تھی کہ بھابی کو رونا آنے لگا۔ کس قدر سنگ دل ہوچکی تھی وہ۔ چند لمحوں کے بعد وہ یونہی خاموشی سے اٹھ کر اوپر چلی گئی۔

بھابی کی باتوں نے اتنے دنوں کے بعد پھر سے اندر تک ہلچل مچا کر رکھ دی تھی۔ وہ کب مطمئن اور خوش تھی اس بے جان زندگی سے۔ مگر اپنے دل' اپنے ضمیر اور اندرونی وحشتوں کا کیا کرتی؟ اس خوف کا کیا کرتی جو ہر پل اسے اپنے گھیرے میں لیے رکھتا تھا۔

شام گہری ہونے تک وہ یونہی گھر میں چکراتی رہی تھی۔ ایک جی چاہتا کہ وہ ان سب کے کہنے پر عمل کرڈالے' کچھ بتائے بغیر احمر کے آگے سپر ڈال دے مگر پھر خیال آنے لگتا کہ اگر یہ سب احمر کو پتا چل جائے تو شاید وہ ایک پل بھی اس کے پاس ٹھہرنا گوارا نہ کرے۔ شدید ذہنی کشمکش اسے بے حد خوف زدہ کررہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا' جیسے وہ پاگل ہونے کو ہے۔ یہی خوف اور دہشت تھی جس نے اسے احمر کو پکارنے پر مجبور کردیا۔

وہ ابھی آفس سے آیا تھا۔ وہیں لاؤنج میں صوفے پر قدرے نیم دراز تھا۔ اس کی آواز پر بے تحاشا چونک کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی سرخ سوجی ہوئی آنکھوں' وحشت زدہ چہرے اور ویران حلیے نے احمر کو حقیقتاً متحیر کیا تھا۔

"پانی لاؤں تمہارے لیے؟" وہ اس سے نظریں ملائے بغیر پوچھ رہی تھی۔ چند لمحے وہ یونہی اسے دیکھتا رہا پھر بڑے کٹیلے انداز میں بولا۔

"اب کیا اس طرح راستے سے ہٹانا چاہتی ہو؟"

وہ بہت تھکے ہوئے انداز میں وہیں بیٹھ گئی اور صوفے سے ٹیک لگالی۔

"احمر میں...... میں بہت تھک گئی ہوں۔ کب سے میں تنہا اکیلی اس راستے پر چلی جارہی ہوں۔"

اس کا یہ انداز احمر کے لیے بہت حیران کن تھا مگر وہ اثر لیے بغیر تلخی سے بولا۔

"تم جیسی عورتوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ بہت جلد ان راہوں پر اکیلی رہ جاتی ہو۔"

اس کے لفظوں نے پتا نہیں سبین پر کیسا اثر کیا تھا' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ وہ بہت کوفت زدہ ہوکر اٹھا تھا۔

"کیا چاہتی ہو۔ میں گھر نہ آیا کروں؟ یہ ڈرامے بازیاں میرے سامنے کیوں کررہی ہو؟"

"احمر! تم بھی مجھے برا سمجھتے ہو؟ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔"

"بے ایمانی کی ہے تم نے۔" دفعتاً وہ مشتعل ہوا تھا۔ "بے وفائی کی ہے تم نے مجھ سے۔"

اس نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے بے وقوف مت بناؤ۔ جان سے مار ڈالوں گا تمہیں۔ طلاق تم نے انجوائے منٹ کے لیے نہیں مانگی تھی۔" وہ اسی برہمی سے کہہ رہا تھا۔

"یقین کرو احمر۔ کوئی بھی نہیں ہے۔ میں تو تمہارے علاوہ کسی اور کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔"

بہت دنوں کے بعد بہت شکستگی سے مگر بے اختیار دل کی بات اس کے ہونٹوں پر آئی تو احمر نے تلخی سے کہا۔

"اب اگر تم سمجھتی ہو کہ مجھے پھر سے اپنی جال میں پھانس لوگی تو یہ تمہاری بھول ہے۔ تم بہت اچھی طرح مجھ پر کھل چکی ہو۔"

"میں تم سے معافی مانگنا چاہتی ہوں احمر' چاہے تم مجھ سے کوئی بھی تعلق مت رکھو مگر میری ایک بات مان لو۔"

"تم مجھ سے ماننے اور منانے والا تعلق بھی ختم کرچکی ہو۔ اس لیے میں بھی پابند نہیں ہوں۔" وہ سلگ کر بولا۔ سبین نے دونوں ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑتے ہوئے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"احمر! میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ میری وجہ سے تم ڈسٹرب رہنے لگے ہو۔ گھر میں ٹینشن پھیلی ہوئی ہے۔ تم دوسری شادی کرلو احمر۔"

جتنے رسان سے اس نے یہ بات کہی تھی' اسی قدر زوردار جھٹکا احمر کو لگا۔ جب اپنا آپ کسی کے نام کردیا جائے اور وہ آگے سے دھتکار دے۔ آپ کو کسی اور کو دان کردے تو کتنی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ احمر بھی اسی اذیت کے گھیراؤ میں تھا۔

"تمہیں میری خوشیوں اور غموں کا حساب رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔" حواس میں آتے ہوئے وہ پھنکارا تھا۔ اسے اس احساس نے تلملا کر رکھ دیا تھا کہ وہ اسے کتنا بے چارہ سمجھ رہی تھی۔

"مجھے غلط مت سمجھو احمر۔" وہ بہت کرب سے بولی تو احمر نے تیز لہجے میں اس پر واضح کیا۔

"میں تمہیں اب بہت صحیح سمجھ چکا ہوں۔"

"خدا کے لیے احمر' مجھے یوں سب کی نظروں سے مت گراؤ۔ تم ایک اچھی زندگی کیوں نہیں گزارتے؟ میں خود تم سے دوسری شادی کے بارے میں کہہ رہی ہوں۔ مجھ جیسی لڑکی تمہیں سوٹ نہیں کرتی۔ تم تو بہت اچھے ہو احمر۔ اتنے اچھے کہ میں......"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی احمر کا ضبط جواب دے گیا۔ وہ گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"اگر میں اتنا ہی اچھا ہوں تو تم کیوں ٹھکرا رہی ہو مجھے؟ تم میں کیا برائی ہے' مجھے وہ بتاؤ۔"

ایک نظر سبین نے اس کے مضبوط ہاتھوں میں دبے اپنے ہاتھوں پر ڈالی تو پگھلنے سی لگی۔

کچھ کھو دینے' تہی دامن ہوجانے کا احساس اس قدر شدید تھا کہ وہ اس کے ہاتھوں پر ماتھا ٹکائے رونے لگی۔

"تم تو اتنے اچھے ہو احمر کہ میں ساری عمر بھی خدا کا شکر ادا کرتی رہوں تو وہ کم ہوگا۔"

احمر نے اسے اپنے حصار میں لیا تو اس کی آنکھوں میں نرم جذبوں کے بجائے سوچ اور تشویش کی پرچھائیاں تھیں۔

"ہم دونوں مل کے ایک اچھی زندگی گزار سکتے ہیں' سبی اگر تم میرے سامنے ہر اعتراف کرلو تو۔" بہت سوچ کر احمر نے محتاط لفظوں میں کہا تو اس کے الفاظ سن کر وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی تھی اور پھر وحشت زدہ سی اٹھ کر کمرے میں چلی گئی تھی۔

اہانت کے شدید احساس کے ساتھ احمر کا چہرہ تپنے لگا تھا۔

❖❖❖

وہ تعداد میں تین تھے۔

ان کی بے فکری اور خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ

UrduPhoto.com

انہوں نے چہروں کو نقاب سے چھپانے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

آتے ہی انہوں نے گھر میں توڑ پھوڑ مچانا شروع کردی۔

بھابی میکے گئی ہوئی تھیں۔ عثمان بھائی اور ابو شہر سے باہر تھے۔ گھر میں فقط سبین' امی اور چچا جان ہی تھے۔

گن پوائنٹ پر گھر میں موجود تمام زیورات اور نقدی لوٹنے کے بعد بھی وہ للچائی نظروں سے جس طرح سبین کو دیکھ رہے تھے' وہ چچا جان کا دل اندر ہی اندر ہولے جا رہا تھا۔

اور پھر ان کی ہزار دعاؤں کے بعد بھی ان شیطانوں نے وہ شیطانی کھیل رچا ڈالا جس کے خوف سے ان کا دل لرز رہا تھا۔

چچا جان اور امی کو باندھ کر بے بس کرنے کے بعد وہ تینوں سبین کو گھسیٹ رہے تھے۔

وہ تین مکروہ اور بدی کی غلاظت میں لپٹے چہرے سبین کو شدید دہشت کا احساس دلا رہے تھے۔ گھسٹتے ہوئے اسے محسوس ہوا تھا کہ اس کا دوپٹہ کہیں کمرے سے باہر ہی رہ گیا ہے۔ پھر ان میں سے ایک کمرے میں ہی رہ گیا۔

وہ زور زور سے چیخ رہی تھی مگر باہر سے اٹھنے والی سی ڈی پلیئر اور ٹی وی کی فل آواز اس کی چیخ و پکار پر حاوی تھی۔

وہ ہاتھ پاؤں مار کر اپنے بچاؤ کی تدبیریں کر رہی تھی۔ رو رہی تھی۔ التجائیں اور منتیں کر رہی تھی مگر اس کی شنوائی نہیں ہو رہی تھی۔

احمر نے ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے بہ سرعت ٹیبل لیمپ آن کیا اور سبین کی طرف پلٹا۔

اس کے منہ سے نکلنے والی لایعنی آوازیں اور گھٹی گھٹی چیخیں ہی اس کی نیند کے ٹوٹنے کا باعث بنی تھیں۔

وہ نیند میں سر تکیے پر پٹخ رہی تھی۔ احمر کی حیرت کی انتہا نہ رہی' جب اس نے اس کے رخساروں پر بہتے آنسوؤں کو دیکھا۔ وہ نیند میں رو رہی تھی۔

''سبین......'' اس نے پوری طاقت سے اسے جھنجوڑا۔

''نن...... نہیں......'' وہ جھرجھری لے کر آنکھیں کھول کر وحشت سے اسے دیکھنے لگی پھر خوفزدہ سی پیچھے ہٹنے لگی۔

''مجھے کچھ مت کہو' خدا کے لیے مجھے کچھ مت کہو۔ مجھے چھوؤ مت۔'' وہ ششدر سا سبین کو دیکھ رہا تھا۔

''ہوش کرو سبین۔''

اس نے بلا ارادہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے نرمی سے کہا تو اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

وہ اس قدر خوف زدہ اور وحشت میں گھری تھی کہ احمر الجھ رہا تھا۔ یہ سب کسی ڈراؤنے خواب کا شاخسانہ تو نہیں ہو سکتا تھا۔

''ابو' میرے ابو کہاں ہیں؟ احمر کو بلاؤ۔ احمر! مجھے بچالو پلیز احمر......'' وہ بیڈ کراؤن سے لگی خوفزدہ انداز میں جیسے اس کی منتیں کر رہی تھی۔

''میں ہوں نا بی۔'' احمر نے اسے یقین دلایا تھا۔

''میں آگیا ہوں تمہارے لیے۔''

''احمر!'' وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ اس قدر دہشت زدہ لگ رہی تھی کہ احمر خود پریشان ہوا تھا تھا۔

''کوئی خواب دیکھا ہے بی؟''

''ہوں۔'' وہ بے تاثر سے انداز میں بولی۔ پھر بہت ڈرے ڈرے انداز میں ہاتھ بڑھا کر اس نے احمر کے ہاتھ کو چھو کر گویا اس کے ہونے کا یقین کیا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''احمر تم آگئے ہو۔'' اس کی آواز سرگوشی سے زیادہ بلند ہرگز نہیں تھی مگر پھر بھی اس سے جھلکتی بے یقینی اور آسودگی اس کی کیفیت احمر سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔

اسے یہی لگ رہا تھا' جیسے وہ کسی دورے کے زیر اثر ہے۔ جواباً اس نے دوسرا ہاتھ سبین کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے نرمی سے دبایا۔

''تم نے بلایا تھا بی...... میں آگیا ہوں' تمہارے پاس۔''

''احمر......'' وہ جیسے ٹوٹ کر حواسوں میں آئی تھی۔ اس کی بانہوں میں سمٹ کر اس قدر بے قراری اور شدت سے روئی کہ وہ ساکت رہ گیا۔

''میں نے تمہیں کتنا بلایا تھا' کتنی آوازیں دی تھیں احمر۔ مگر تم نہیں آئے' ہم لٹ گئے۔ ابو ہمیں چھوڑ کے چلے گئے مگر' تمہارے سارے وعدے جھوٹے نکلے' تم تو کہتے تھے کہ تم ایک بار پکارو گی تو میں لوٹ آؤں گا' مگر تم نہیں آئے اور سب کچھ ختم ہوگیا۔ سب کچھ۔''

وہ روتے ہوئے بہت درد بھرے لہجے میں کہتی اس کا ضبط آزما گئی۔ اس کی آنکھوں کی سرخی گواہ تھی کہ وہ بہت برداشت کر رہا ہے۔

احمر نے اس کی پشت سہلاتے ہوئے اپنے ساتھ ہونے کا بھرپور احساس دلایا تھا۔ ساری نفرت اور غصہ اس وقت معدوم ہو چکا تھا۔

''سب کچھ بھول جاؤ بی۔ اب میں آگیا ہوں نا کبھی نہ جانے کے لیے۔ جو قسمت میں لکھا تھا' وہ ہوگیا مگر اب میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے' بھول جاؤ گزری باتوں کو۔''

وہ بہت محبت سے اسے اس کیفیت سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا مگر جانے وہ کیسے خوف میں گھری تھی کہ کتنی ہی دیر سسکیاں لیتی رہی۔

اس کے سو جانے کا یقین کر لینے کے بعد احمر نے اس کا سر تکیے پر رکھا تھا۔ آنسوؤں سے بھیگا چہرہ' بھیگی جڑی ہوئی پلکیں اور چہرے پر کھنڈی زردی احمر کو اور بھی الجھانے لگی تھی۔

سبین کے پل پل بدلتے انداز اسے گھن چکر بنا رہے تھے۔ کبھی تو وہ اس سے ہر تعلق توڑنے پر آمادہ رہتی تھی اور کبھی یوں بانہوں میں سمٹ کر اس کے بن نہ جینے کا اظہار کرتی تھی کہ وہ خود پاگل ہونے لگتا تھا۔

اگلی صبح احمر کے لیے اور بھی حیران کردینے والی تھی۔ وہ آفس جانے کے لیے باتھ روم سے فریش ہو کر نکلا تو سبین گرم چائے کے کپ سمیت کمرے میں موجود تھی۔

وہ ایک خوشگوار مگر سمجھ میں نہ آنے والے احساس میں گھرنے لگا۔

وہ اب کمرے میں بکھری اشیاء سمیٹنے کے بعد بیڈ شیٹ ٹھیک کر رہی تھی۔ احمر چائے کا کپ لیے صوفے میں دھنس گیا۔ چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے وہ پرسوچ نظروں سے سبین کو دیکھ رہا تھا۔

کتنی اپنی مگر کتنی انجان اور اجنبی تھی وہ۔ اس کی سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کی کچھ نہیں بنی تھی۔

''سبین! رات کو کیا ہوا تھا؟'' بہت عام سے انداز میں مگر اچانک احمر نے پوچھا تو وہ ٹھٹک کر پہلے اسے دیکھنے لگی پھر وہیں بستر کے کنارے ٹک گئی۔

''پتا نہیں...... شاید خواب دیکھا تھا۔''

''کیا دیکھا تھا خواب میں؟'' وہ بڑے دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

''یاد نہیں۔ کچھ برا ہی دیکھا ہوگا' تبھی ڈر گئی تھی۔''

وہ اسی دھیمے پن سے کہہ رہی تھی جیسے اس نے احمر کے دوستانہ پن کو قبول کرلیا ہو۔

''کب سے دیکھ رہی ہو ایسے خواب؟''

''پہلے تو کبھی نہیں دیکھا' تمہیں آفس سے دیر ہو رہی ہے۔'' اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے وال کلاک پر نظر ڈالتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بھی آدھے سے زیادہ چائے کپ میں چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''میری بات سنو۔''

''ہوں؟'' وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

چند ثانیوں تک احمر نے جیسے جملوں کا جوڑ توڑ کیا پھر آگے بڑھ کر بستر کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے اسے

UrduPhoto.com

سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہونٹ بھینچتی وہ اس سے کچھ فاصلے پر اس کے مقابل بیٹھ گئی۔

سبین کا یہ فرمانبردار رویہ احمر کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ ورنہ وہ تو اس سے اتنے دوستانہ انداز کی توقع ہی ختم کر بیٹھا تھا۔

"جب تم نے مجھے علیحدگی کے مطالبے کا خط لکھا تھا تو پہلی بار میں نے یہ سوچا کہ شاید یہ کسی اور کی شرارت ہے مگر تمہاری رائٹنگ نے مجھ پر آشکار کیا کہ یہ تمہی نے لکھا ہے۔ پھر بھی میں نے دل کو باور کرا دیا کہ یہ سب بھی پہلے ہی کی طرح مجھے غصہ دلانے کے لیے تم نے کوئی مذاق کیا ہے۔ مگر میں یہاں آیا تو تم نے میرے اس مفروضے کو بھی غلط ثابت کر دیا۔ میں نے سوچا کہ شاید تم کسی اور کو پسند کرنے لگی ہو۔ شاید کا لفظ میں اس لیے استعمال کر رہا ہوں کہ یہ میرا تم پر اعتماد ہی تھا جو مجھے تم سے متعلق کچھ بھی غلط سوچنے نہیں دیتا تھا مگر اب گزشتہ دو دنوں سے مجھ پر ادراک ہوا ہے کہ بات کچھ ایسی ہے جس کا ذہن تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تم وہی ہو اور وہیں ہو جہاں میں ہوں مگر کسی وجہ سے تم وہاں رہنا نہیں چاہتیں۔ ہماری محبت کی پہلی بنیاد اعتماد تھی بی۔ میں نے کبھی بھی تمہیں پسند نہیں کیا تھا مگر خدا گواہ ہے کہ اس رشتے کے بعد میں نے فقط اس اعتماد کے سہارے تم سے نکاح جیسا اہم فیصلہ کیا تھا کہ تم میرے لیے قابل اعتبار تھیں۔ مجھے شوخ اور لاپروا لڑکیاں کبھی بھی اچھی نہیں لگی تھیں مگر مجھے اپنی محبت پر‘ تم پر اعتماد تھا کہ تم خود کو میرے رنگ میں رنگ لوگی اور واقعی تم نے کبھی بھی مجھے مایوس نہیں کیا۔ بیٹھی رہو بی۔ میری پوری بات سن لو پھر جو چاہو کرنا۔ میں بہت نہیں کہوں گا۔ گزرے سالوں میں جو محبت ہم دونوں نے ایک دوسرے کے لیے اپنے دلوں میں محسوس کی تھی‘ وہ ہم دونوں ہی جانتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں تمہارے لیے کیا اہمیت رکھتا ہوں۔ تمہارے خطوط کی فائل پڑی ہے میرے پاس اور تم میرے لیے کیا ہو یہ تم مجھ سے بھی زیادہ اچھی طرح جانتی ہو۔ مگر تم اس محبت کو ختم کرنے کے درپے ہو سبین۔ کیوں؟ تم مجھ سے نفرت نہیں کرتیں۔ مجھ سے الگ ہونا نہیں چاہتیں‘ پھر بھی مجھ سے علیحدگی مانگ رہی ہو۔ کیوں؟"

اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو دیکھ کر بھی وہ نہیں رکا تھا۔ خود جتنا وہ ضبط کر رہا تھا‘ وہی جانتا تھا۔ سبین نے اسے شدید ہرٹ کیا تھا۔

"میں تمہارا شوہر ہوں بی‘ کوئی غیر نہیں۔ میاں بیوی کے درمیان تو بندھن ہی اعتماد اور اعتبار کا ہوتا ہے۔ اسی کو محبت کہتے ہیں۔ تم کیا سمجھتی ہو کہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے؟"

وہ اضطرابی انداز میں اپنی انگلیاں مسل رہی تھی۔

"مجھ سے کچھ مت پوچھو...... فار گاڈ سیک۔"

اس کی آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اور منت بھرا انداز احمر کی قوت برداشت آزما گیا۔ کس قدر مشکل کر رہی تھی وہ زندگی کو۔

"تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے نا؟"

اس کا لہجہ بہت سلگتا ہوا تھا۔ سبین بے بسی سے اسے دیکھنے لگی۔ اس کی آنسو برساتی آنکھوں میں ثانیہ بھر کو دیکھنے کے بعد وہ تیزی سے اٹھ گیا اور اپنے کپڑے اٹھا کر واش روم میں چلا گیا۔ وہ اپنی ہتھیلیاں سامنے پھیلائے بے بسی سے رونے لگی۔

❖❖❖

زندگی بہت آسان نہیں ہوئی تو اتنی مشکل بھی نہیں رہی تھی۔ احمر اور سبین کے درمیان اگر تناؤ موجود بھی تھا تو گھر والوں کی نظروں سے اوجھل ہی تھا۔ اس لیے اس خاموشی کو سب ان دونوں کا کوئی سمجھوتا سمجھ رہے تھے جب کہ ان دونوں کی خاموشی محض مصلحت کا نتیجہ تھی۔ احمر کو پورا یقین تھا کہ جلد ہی وہ سبین کے اس قدر بدلنے کی وجہ کھوج نکالے گا‘ جبکہ سبین نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا۔ پچھلے تمام عرصے میں جتنی ٹینس رہی تھی اسے اپنا آپ پاگل پن کے دہانے محسوس ہونے لگا تھا جس کے زیر اثر وہ تمام گھر والوں کو بھی ڈسٹرب کر رہی تھی۔ اس کی ذرا سی خاموشی نے سب کو جیسے دوبارہ زندہ کر دیا تھا۔

حمزہ کی سالگرہ ہمیشہ کی طرح دھوم دھام کے بجائے اس بار صرف گھر والوں کی موجودگی میں منائی جا رہی تھی اور سبین نے اس کی تیاری میں بھابی کا پورا ساتھ دیا تھا۔ جہاں امی کے دل میں ڈھیروں اطمینان اترا‘ وہیں بھابی نے بھی اسے پیار سے لپٹا لیا۔

"ایسی ہی دیورانی کے خواب دیکھا کرتی تھی میں۔"

"اب مکھن بازی مت کریں۔ میں نے بریانی دم پر رکھ دی ہے۔" وہ مسکرائی تو بھابی نے پیار سے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ پھر سنجیدگی سے بولیں۔

"ہم سب لوگ بہت مطمئن ہیں بی کیونکہ احمر مطمئن ہے۔ جس گھر میں سب ایک دوسرے سے پیار کرتے ہوں‘ وہاں سب کی خوشیاں ایک دوسرے سے مشروط ہوتی ہیں۔ تم دونوں خوش رہو گے تو سب خوش ہوں گے۔" بھابی کی بات وہ بہت خاموشی سے سنتی رہی تھی۔

کیا ایسے زندگی گزر سکتی ہے؟

دوسرا فریق آپ کی زندگی کے تاریک پہلو سے قطعی لاعلم آپ کو جانے چاہت کے کس مقام پر لے جائے۔ یہ بددیانتی نہیں ہے کیا؟

وہ تیار ہونے کے لیے کمرے میں آئی تو ذہنی طور پر منتشر تھی۔ اس لیے پہلے تو یونہی چیزوں کو ادھر سے ادھر کرنے میں لگی رہی پھر بھی خود کو بے بس پایا تو وارڈ روب کھول کر کھڑی ہو گئی۔ ہینگر ادھر ادھر کرتے ہوئے بلا ارادہ ہی اس نے وارڈ روب کا وہ دروازہ کھولا جہاں بھابی نے اس کی شادی کے سلے ہوئے تمام قیمتی لباس ہینگ کر رکھے تھے مگر آج تک سبین نے انہیں دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ اور اگر وہ سب نہ ہوتا تو میں ایک آئیڈیل لائف گزارتی۔ بہت چاہت سے سلوائے گئے ملبوسات پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے اندر شدت سے سوچ ابھری تو ساتھ ہی بے اختیار دل بھی بھر آیا۔ پتا نہیں کس رو میں اس نے اتنے عرصے کے بعد سفید سیاہ اور براؤن کے علاوہ کسی اور رنگ کو چھوا تھا۔

خوب صورت کامدار گہرے نیلے لباس میں ملبوس جب وہ آئینے کے سامنے آئی تو خود بھی لحظہ بھر کو ٹھٹک گئی۔ اس نے تو کب سے آئینہ دیکھنا بھی چھوڑ رکھا تھا۔ اب یوں لگا‘ جیسے آئینے میں کوئی سراپا حسن اتر آیا ہو۔ وہ بے حد مگن انداز میں سیاہ بالوں کو برش سے سلجھا رہی تھی جو اب اس کی کمر تک آ رہے تھے۔ وہ اپنے فعل میں اتنی منہمک تھی کہ اندر آتے احمر کی موجودگی بھی محسوس نہیں کر پائی۔

وہ بے تحاشا چونکا تھا۔

پہلی بار وہ اسے یوں مگن سے انداز میں تیار ہوتے دیکھ رہا تھا۔

کیا شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔

شادی سے پہلے وہ بہت سادہ لباس استعمال کرتی تھی‘ اس کے بعد احمر نے شادی والے روز اسے زرق برق انداز میں دیکھا تھا مگر اس کا آج کا روپ تو سب پر بھاری تھا۔ بریف کیس ٹیبل پر رکھ کر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ اس کی پشت پر آیا تو آئینے میں اس کا عکس ابھرتے ہی گڑبڑا کر برش رکھتے ہوئے سبین نے بالوں کو بینڈ میں جکڑنا شروع کر دیا۔

"کہاں جانے کی تیاری ہے؟"

احمر کی نگاہ مستقل اس کے میک اپ سے مبرا دلکش چہرے پر تھی۔

"کہیں نہیں...... حمزہ کی برتھ ڈے ہے آج۔"

سبین نے قدرے لاپروائی سے کہہ کر احمر کی نظروں کے ارتکاز سے پیدا ہونے والے عجیب سے احساس کو دبانے کی کوشش کی تھی۔

UrduPhoto.com

دلفریب خوشبو اور بے اختیار امڈتے احساسات میں گھرا وہ اس کے شانوں کو تھامتا قدرے جھک کر آئینے میں اسے دیکھنے لگا۔

"حمزہ کی برتھ ڈے روزانہ نہیں ہو سکتی کیا؟"

اس کے انداز کی ذومعنویت سبین سے مخفی نہیں رہی تھی۔ یونہی شانوں سے تھامے اسے اپنے مقابل کھڑا کر کے احمر نے اس کے نقوش کی دلفریبی اور اس سے کے فسوں کو پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔ وہ یوں بھی کھڑی تھی' جیسے احمر کے قریب آنا کوئی بہت بڑا گناہ ہو۔

سیلاب چاہے پانی کا ہو یا محبت کا' اس کے آگے بند نہ باندھا جائے تو اور بپھرنے لگتا ہے مگر سبین کے اندر کی وحشت بہت جلدی بیدار ہوگئی تھی پھر احمر کی آنکھوں سے جھلکتی محبت اور بے اختیارانہ وارفتہ سا اظہار بھی اسے سرد ہونے سے نہیں روک پایا تھا۔ ایک جھٹکے سے اس کے بازوؤں کا حصار توڑ کر وہ پیچھے ہٹی تھی۔

"سبی......"

"دور رہو مجھ سے۔"

"پاگل مت بنو سبی۔" وہ ابھی تک نرم جذبوں کے حصار میں تھا۔

"میں نے کہا نا۔" اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے وہ یکلخت مشتعل ہوئی تھی۔

اس کے یوں دھتکارنے والے انداز نے احمر کو بھی طیش دلا دیا تھا۔ جتنا وہ گزری باتیں بھلا کر خود کو اس کی طرف مائل کرتا تھا' وہ اسے ٹھکرا کر نئی ہی اذیت جگا دیتی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ کیوں یہ بلی چوہے والا کھیل میرے ساتھ کھیل رہی ہو؟"

اسے بازوؤں سے جکڑ کر جھنجوڑ ڈالا تو گرفت بہت سخت تھی۔

"چھوڑو مجھے۔"

"میں تمہارا شوہر ہوں' گلی کا لفنگا نہیں جسے جب چاہے تم لفٹ دے دو' جب چاہے نخرہ دکھا دو۔" وہ پھنکارا تھا۔

"اگر تمہیں بیوی کی اتنی ہی ضرورت ہے تو دوسری شادی کر لو۔ مجھ سے کوئی توقع مت رکھو۔" وہ بہت بدتمیزی اور خودسری سے بولی تو احمر کا جی چاہا' اسے لمحوں میں توڑ پھوڑ کر رکھ دے۔ کس قدر گھٹیا اندازِ گفتگو تھا اس کا۔ مگر خود پر بہت قابو پاتے ہوئے وہ بے حد سکون سے بولا تھا۔

"ایک بیوی کے ہوتے ہوئے مجھے دوسری کی کیا ضرورت ہے۔ رہی بات توقعات کی تو وہ میں تم ہی سے پوری کر لوں گا۔"

"ہنہہ۔" بہت استہزائیہ انداز میں سر جھٹکتی وہ اپنا بازو چھڑا کر پیچھے ہٹنے لگی تھی مگر احمر بھی شاید ضد میں آ گیا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے اسے بستر پر دھکیلا تھا۔

"شاید میں ہی تمہیں ڈھیل دیتا رہا ہوں۔ تمہارا علاج بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔"

وہ بے حد سنجیدہ مگر سرد دکھائی دے رہا تھا۔ سبین کے پورے وجود میں سنسناہٹ دوڑ اٹھی۔ وہ ڈیک چلا کر آواز کھول رہا تھا۔ احمر کے سرد اور کچھ کر گزرنے والے تاثرات کیا کچھ یاد نہیں دلا رہے تھے۔

"مجھے جانے دو احمر۔" زرد پڑتی رنگت کے ساتھ وہ بولی تو لگ رہا تھا کہ ابھی رو پڑے گی۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ اکٹھے چلیں گے۔" اب وہ بہت پرسکون دکھائی دے رہا تھا۔ مگر سبین کے اندر کہیں مشتعل اسپارکنگ ہو رہی تھی اور یہ اندر چھپا خوف اور دہشت ہی تھی کہ احمر نے ہاتھ بڑھا کر اسے چھونے کی کوشش ہی کی تھی کہ وہ ہذیانی انداز میں چیخ اٹھی اور پھر اس وقت تک چیختی رہی' جب تک کہ احمر نے اس کے منہ پر زوردار تھپڑ نہیں دے مارا۔

"خدا کے لیے' مجھ سے دور رہو' میں تمہارے قابل

UrduPhoto.com

نہیں ہوں احمر...... پلیز فار گاڈ سیک۔"

وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑتی سسک اٹھی تھی۔ احمر کے تمام منفی جذبات جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔

اسے چھوڑ کر وہ کمرے سے نکلا تو سیدھا بھابی کے پاس گیا تھا۔

"ارے۔ ابھی تک یونہی پھر رہے ہو؟"

اسے یونہی نارمل سے ڈریس میں دیکھ کر انہوں نے حیرت سے پوچھا تو وہ جبڑے بھینچتے ہوئے بولا۔

"بھابی! میں سبین کو طلاق دے رہا ہوں۔"

بھابی کے سر پر اچانک ہی پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔

"احمر!" بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ لڑکھڑا کر کرسی کی پشت کو مضبوطی سے تھام گئیں۔

"میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتا بلکہ یوں کہیں کہ وہ میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔ نہ وہ میری بیوی ہے اور نہ ہی میں اس کا شوہر ہوں۔ ایسی سچویشن میں ہمارا الگ ہو جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اسے مجھ پر اتنا اعتماد ہی نہیں ہے کہ وہ مجھے اپنا مسئلہ بتا کر اپنی پرابلم شیئر کر کے اچھی زندگی گزار سکے۔"

سرد و سپاٹ انداز میں کہتا وہ بھابی کو یکلخت ہی ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑا کر گیا تھا۔

"احمر! اگر میں تم پر اعتماد کر لوں تو؟" بمشکل انہوں نے اپنی ہمت مجتمع کی تھی۔

احمر کے اندر سنسنی کی ایک لہر سی دوڑ اٹھی۔ وہ بمشکل پرسکون رہ سکا تھا۔

"حالات کی بہتری کا یہی واحد حل ہے۔"

اور تمہید باندھنے کے بعد بھابی کو اب سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ احمر کو کس طرح اس دلخراش حقیقت سے آگاہ کریں' جس نے سبین کو تو پاگل پن کے دہانے پر پہنچایا ہی تھا' باقی سب کو بھی اندر سے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

ان کا اضطراب اور تذبذب احمر سے پوشیدہ نہیں تھا مگر وہ بہت تحمل سے ان کے کھلنے کا انتظار کر رہا تھا۔

اعلیٰ تعلیم

تعلیم پانے آیا تھا میں اس خیال سے
شاید میرا شمار ہو اہل کمال میں
کیا کہیے کیسے گزرے ہیں لندن کے چار دن
دو فیکٹری میں کٹ گئے، دو اسپتال میں

(ارم الیاس خانزادہ۔ ٹنڈو الہ یار)

"پتا ہے احمر وہ اس قدر ڈسٹرب کیوں ہے؟ کیونکہ اس کا خیال ہے کہ تمام صورت حال جاننے کے بعد تم اسے چھوڑ دو گے' اسے دھتکار دو گے۔ اس لیے ہمارے لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی وہ تمہیں کچھ بتانے پر راضی نہیں ہوئی۔"

بھابی مضطربانہ انداز میں بولیں تو احمر نے تلخی سے کہا۔

"یہی اس کی سب سے بڑی غلطی ہے بھابی۔ وہ مجھے بے اعتبار کر کے میری ہی نظروں میں گرا رہی ہے۔ اس کو چھوڑ دیں' مجھے دیکھیں۔ محبت تو میں نے کی ہے اس سے۔ کیا ایسا اعتبار کبھی کسی شوہر نے اپنی بیوی پر کیا ہوگا جیسا میں نے کیا ہے؟ اس نے جانے کتنی بار مجھ سے اپنی زبان سے طلاق کا مطالبہ کیا ہے مگر یہ میرے اندر سے امڈنے والا یقین اور اعتبار ہے جو مجھے کول ڈاؤن کرتا ہے۔ مجھے اپنے دل سے آواز آتی ہے بھابی کہ وہ جھوٹ بولتی ہے۔ وہ مجھ سے علیحدگی نہیں چاہتی۔ وہ کرائسس میں ہے۔ اسی لیے میں بھی انتہائی فیصلہ کر ہی نہیں پایا۔ وہ اتنی ٹینشن میں رہتی ہے میں اسے کیسے تنہا چھوڑ دوں؟"

زندگی میں پہلی بار احمر نے سبین کے لیے اتنی محبت کا اظہار کیا تھا۔ بھابی کو سبین پر رشک آنے لگا اور یہ احمر کے لب و لہجے کی مضبوطی ہی تھی جس نے بھابی کو اس سے بات کرنے کا حوصلہ دے دیا۔

"تمہیں بتایا تھا نا احمر' کہ جس رات گھر میں چوری ہوئی تھی' اس سے اگلے روز چچا جان کو ہارٹ اٹیک ہوا

تھا؟" بہت حوصلے سے بات شروع کرتے ہوئے بھی ان کی آواز بھیگ گئی تھی۔

"ہوں......" مبہم سے انداز میں کہتے ہوئے احمر نے اثبات میں سر ہلایا تو لحظہ بھر کو لفظ ترتیب دینے کے بعد وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"اس رات اس گھر سے نقدی اور زیورات ہی نہیں، ہماری عزت بھی چلی گئی تھی، احمر! ان درندوں نے سبی کو......"

وہ اپنی جگہ سن رہ گیا تھا۔

سماعتیں اس قدر شور کی زد میں تھیں کہ وہ ایک لفظ بھی مزید سن نہیں پایا تھا۔

"بھابی! یہ آپ کیا......؟" وہ بمشکل بول پایا تھا مگر اس کی آواز گلے میں پھنس کر رہ گئی۔

"اوہ میرے خدا۔"

وہ لڑکھڑا کر پیچھے صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گیا۔ سر ہاتھوں پر گرائے خطرناک حد تک زرد رنگت لیے وہ بھابی کو خوف میں مبتلا کر گیا تھا۔ وہ جلدی سے اس کے لیے گلاس میں پانی لائی تھیں مگر اس نے ان کا ہاتھ پیچھے کر دیا۔

"ہم تو بس صبر ہی کر سکتے ہیں احمر۔ وہ بھی تو ہے جو اتنے شدید شاک کے بعد بھی زندہ ہے، ہماری خاطر ہنستی بولتی ہے۔ ورنہ تو پچھلا پورا سال اس نے اپنے کمرے میں بند ہو کے گزارا ہے۔ سائیکاٹرسٹ کے ساتھ کتنے ہی سیشن ہوئے ہیں مگر وہ کچھ بھی ہونٹوں پر نہیں لاتی۔ اندر ہی اندر خود کو ختم کرتی جا رہی ہے۔ تمہارے آنے سے چند ماہ پہلے اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔ تم نے دیکھا ہوگا، اس کی کلائی پر نشان، بلیڈ سے رگیں کاٹ لی تھیں اس نے۔ وہ تو میں یونہی حمزہ کو لیے اوپر چلی گئی تو اسے... صرف یہ خوف ہے کہ کہیں تم اسے ٹھکرا نہ دو۔ یہ تمام حقیقت جاننے کے بعد تم اس کو حقارت سے نہ دیکھنے لگو۔ مگر مجھے یقین ہے احمر کہ تم اس سے بہت محبت کرتے ہو، جس عمل میں اس کی مرضی ہی شامل نہیں تھی، اس کو الزام بنانا دانش مندی تو نہیں ہے نا۔ مگر وہ یہ بات نہیں سمجھتی۔ وہ تمہارے بدل جانے سے پہلے ہی تمہیں چھوڑ دینا چاہتی ہے تاکہ تمہاری نفرت کے بجائے تمہاری محبت اس کے ساتھ ہو۔ مگر اپنے اس فیصلے پر گھنٹوں روتی بھی رہتی ہے۔"

وہ تھک کر خاموش ہو گئیں۔ وہ اب بھی یونہی بالوں کو مٹھیوں میں جکڑے سر گرائے بیٹھا تھا۔ پھر کچھ کہے بغیر اٹھا اور ان کی طرف دیکھے بغیر باہر نکل گیا۔ وہ کسی خدشے میں گھری اس کے پیچھے لپکیں تو وہ اوپر اپنے کمرے میں جانے کی بجائے باہر جاتا دکھائی دیا تھا اور اس کے چند لمحوں بعد ہی گاڑی کے ٹائروں کے چرچرانے کی آواز......

سبین بے یقینی سے بھابی کو دیکھتی رہی پھر بے اختیار رونے لگی۔

"بھابی! میں نے آپ سے کہا تھا نا......"

"میں عثمان کو فون کرتی ہوں۔ اس کا پتا کریں، کہیں خدانخواستہ۔" وہ اپنی ہی پریشانی میں اس کے پاس سے اٹھ گئیں اور اس کی ذہنی پراگندگی و خوف کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد جب وہ امی کے ساتھ دوبارہ اوپر آئیں تو سلیپنگ پلز کی خالی شیشی اور سبین کی گہری نیند کچھ اور ہی کہانی بیان کر رہی تھی۔ وہ متوحش و ہراساں دوبارہ عثمان کو فون کرنے لپکی تھیں۔

❖❖❖

ہر وقت ہنسی اور قہقہوں سے گونجنے والا گھر اب ایک ویرانہ لگنے لگا تھا۔ جہاں گونجنے والی ہر آواز دیواروں سے ٹکرا کر خود اپنے ہی کانوں میں سنائی پڑتی تھی۔

بروقت طبی امداد ملنے کی وجہ سے سبین کا معدہ واش کرنے کے بعد اس کی جان بچالی گئی تھی۔ اگر عثمان بھائی اپنا اثر و رسوخ استعمال نہ کرتے تو یقیناً یہ پولیس کیس بن جاتا مگر پہلے کی طرح اب بھی اس سانحے کو اتفاقی حادثہ قرار دے دیا گیا۔

اب ایک ہفتہ ہو چلا تھا۔ احمر نے اس روز کے بعد اپنی شکل بھی نہیں دکھائی تھی۔ عثمان بھائی اس کے تمام دوستوں سے پتا کر چکے تھے مگر وہ کہیں بھی ٹریس نہیں ہوا تھا۔

سبین کو انہوں نے نیچے ہی کمرے میں ٹھہرا لیا تھا۔ اور بھابی کو ہر وقت اس کے ساتھ رہنے کی سختی سے تلقین کی تھی۔

وہ اب اس قدر خاموش اور گم صم رہنے لگی تھی کہ بھابی کو اس کے انداز سے خوف آنے لگا تھا۔

زندگی سے محبت کرنے والی لڑکی کس قدر بیزار ہو گئی تھی زندگی سے۔

آٹھویں دن وہ گھر میں گھسا تو سدا کے نرم و خلیق عثمان بھائی طیش میں آ گئے۔

"مذاق سمجھ رکھا ہے تم نے زندگی کو۔ سب کچھ بالکل ٹھیک بالکل پرفیکٹ چاہیے تمہیں؟ اسی محبت کے بلند و بانگ دعوے کرتے پھر رہے تھے تم۔ اونہہ۔ طلاق نہیں دوں گا۔ آزمائش سے گزرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی رحمر رحیم۔ عزت صرف شوہر کا نہیں بھائی اور باپ کی غیرت کا بھی مسئلہ ہوتی ہے۔ ہم تو ایک لمحے کے لیے بھی اپنے رویے میں تبدیلی نہیں لائے۔ وہ ہمارے لیے وہی سبین ہے۔ ہمارے گھر کی عزت، ہمارے گھر کی رونق۔ اب اگر تم اسے چھوڑ ہی دو تو بہتر ہے کیونکہ وہ اپنی جان لینے کی ایک بار پھر سے کوشش کر چکی ہے۔ فقط تمہارے اس بے اعتبارانہ رویے کی وجہ سے۔"

"سب بالکل ٹھیک ہیں۔ صرف میں غلط ہوں۔" وہ بھی یکلخت ہی پھٹ پڑا تھا۔

"ہاں...... تم غلط ہو۔" عثمان بھائی نے اپنے لفظوں پر زور دے کر کہا تو وہ زور سے بولا۔

"میری بے اعتباری اس سے سہی نہیں گئی تو اس نے دوبارہ خودکشی کرنے کی کوشش کر ڈالی۔ اور میں، میں کیا کروں؟ میں تو خود اپنی نظروں میں گر گیا ہوں۔ اس کے لیے آپ سب قابل اعتبار تھے، قابل اعتماد تھے۔ اسے معلوم تھا کہ آپ سب اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ مجھ پر یہ بے اعتباری کیوں؟ کیا میں بھی اس کی اس بے اعتباری پر خودکشی کر لوں؟ وہ ایک بار مجھ پر اعتبار تو کر کے دیکھتی۔ کیا میں اس قدر گرا ہوا ہوں کہ اسے دھتکار دیتا۔ اس پر الزام تراشی کرتا، اسے چھوڑ دیتا؟ مگر اس نے مجھے ڈی گریڈ کیا ہے۔ خودکشی تو مجھے کر لینی چاہیے۔ مر تو مجھے جانا چاہیے تھا جس کی محبت کو اس نے بدگمانی کے پلڑے میں تولا ہے۔" اس کی آنکھوں میں اترتی ضبط کی سرخی اور چہرے کی زرد رنگت اس کی دگرگوں حالت کا واضح ثبوت تھی۔ جانے اتنے دنوں تک اکیلے میں وہ خود کو کیسے سنبھالتا رہا تھا۔

اس کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سبین نے اپنے کانوں سے سنا تھا اور مسلسل رو رہی تھی۔

منتظر

مری آنکھیں
اب تلک
بہاریں گزر جانے کے باوجود
اس امید پر
اس آہٹ کی منتظر ہیں کہ
شاید
ابھی دروازے پہ
دستک ہو
اور میں دوڑ کر
دروازہ کھولوں
تو......
سامنے تم ہو

(ہاجرہ شمیم۔ کراچی)

UrduPhoto.com

”اس نے مسلسل ڈی گریڈ کیا ہے مجھے۔ جب سے میں آیا ہوں وہ مجھ سے اہانت آمیز سلوک روا رکھے ہوئے ہے۔ ہر بات کے شروع میں وہ مجھ سے طلاق کا مطالبہ کرتی تھی مگر میں نے اسے چھوڑنے کا کبھی تصور بھی نہیں کیا۔ کون سا مرد ہے دنیا میں جو بیوی کے منہ سے ایسا مطالبہ سننے کے بعد اسے نہیں چھوڑ دے گا۔ مگر میرے دل نے ہمیشہ گواہی دی ہے کہ وہ کسی مشکل میں ہے۔ وہ مجھ سے عام حالات میں ایسا مطالبہ بھی کر ہی نہیں سکتی۔ یہی اعتماد اور اعتبار ہی تھا جو میں دوبارہ لوٹ کر اس کے لیے آیا تھا۔ اس کے ہزار انکار کے باوجود اسے اپنایا تھا۔ کیا میرے اس عمل نے بھی مجھے اس کے لیے قابل اعتماد نہیں ٹھہرایا؟ اور اب میں مجرم ہوں اور میں ہی غلط ہوں۔“

اس کا ایک ایک لفظ سلگتا ہوا انگارہ تھا۔ عثمان بھائی شدید شرمسار تھے۔ بچپن سے اب تک وہ ان کے سامنے تھا اور وہ بھی جذباتیت میں اسے غلط جج کر رہے تھے۔

”پھر بھی احمر۔ تم کسی سے کچھ بات تو کرتے‘ یوں ایک دم سے اٹھ کر چلے جانا اور پھر اتنے دنوں غائب رہنا۔ سب گھر والے کتنے پریشان تھے۔“

عثمان بھائی مدھم پڑ گئے تھے۔

وہ استعجاب اور تاسف سے انہیں دیکھنے لگا۔ پھر تلخی سے بولا۔

”آپ کا خیال ہے کہ یہ سب معلوم ہونے کے بعد مجھے اس کے پاس جا کر اظہار افسوس کرنا چاہیے تھا؟ پتا نہیں آپ لوگوں نے مجھے جذبات و احساسات سے ماورا کیوں سمجھ رکھا ہے۔ جس سانحے کے شاک میں اس نے پورا ایک سال گزار دیا‘ کیا میں چند دنوں تک اس کا شکار نہیں رہ سکتا تھا؟ مجھے بھی اتنی ہی تکلیف محسوس ہو رہی تھی جتنی کہ اس نے سہی ہے۔ اس نے تو مجھے بے اعتبار کیا ہی تھا مگر آپ سب نے بھی مجھے کم نہیں کیا۔ اتنا ہی بے حس و بے غیرت سمجھ لیا تھا کہ مجھے حقیقت سے آگاہ کرنے سے اس لیے خوفزدہ رہے کہ کہیں میں اسے چھوڑ نہ دوں۔ میں اسے کیوں چھوڑ دیتا۔ آپ سب نے تو اسے نہیں چھوڑا۔ اس کا مجھ سے بھی تو ایک مضبوط رشتہ ہے‘ پھر اس نے مجھ پر اعتبار کیوں نہیں کیا؟“

”اس کا دکھ بھی تو دیکھو احمر۔ کتنے صبر اور حوصلے سے اس نے خود کو سمیٹ رکھا ہے۔ شدید محبت ہی تو اسے بے اعتبار کرتی رہی ہے کہ کہیں تم اس کے دامن کے داغ کو برداشت نہ کر پاؤ۔ بس وہ تمہیں اس تکلیف سے بچانا چاہتی تھی۔ اس لیے اس نے تمہیں کچھ نہیں بتایا۔“

بھابی نے اسے سمجھایا تو وہ چہرہ موڑ کر انہیں دیکھنے لگا پھر تھوڑی دیر کے بعد مدھم آواز میں پوچھا۔

”کیا کیا ہے اس نے؟“

”سلیپنگ پلز......“

وہ تھم سی گئیں۔

گہری سانس اندر کھینچتا لب بھینچے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”بی نیچے ہی ہے۔ اسٹڈی کے ساتھ والے بیڈ روم میں۔“

اسے اوپر جاتے دیکھ کر بھابی نے اسے انفارم کیا تھا۔ لحظہ بھر کو وہ ٹھٹکا پھر اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

بالکل اندھیرے کمرے کو اس نے لائٹ جلا کر روشن کیا تو وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے منہ چھپائے بیٹھی تھی۔

اس کے سامنے آتے ہی ذہنی خلفشار عود کر آنے لگا تھا۔

اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر کر جیسے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی پھر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ بیین کے سر پر ٹک گیا تھا۔ اسے فوراً ہی پتا چل گیا کہ وہ رو رہی ہے۔

احمر کا دل شدید تکلیف کے احساس سے بھرنے لگا۔

جن لوگوں کو ہم کانچ سے زیادہ نازک تصور کرتے ہیں‘ اکثر زمانہ ان کے ساتھ بہت برا سلوک کرتا ہے۔

وہ جانتا تھا کہ اس کی ذرا سی کمزوری بیین کو ہرٹ کر سکتی ہے اور وہ اسے اس پل صرف اور صرف اعتبار دینا چاہتا تھا۔ اپنی محبتوں کا یقین‘ اپنے ساتھ ہونے کا۔ اس لیے وہ خود کو بہت مضبوط بنا کر اس کے پاس آیا تھا۔

اس نے نرمی کے ساتھ بیین کا چہرہ اوپر کرنے کی سعی کی تھی۔ اس کا آنسوؤں سے دھلا چہرہ اور زرد پڑتی رنگت احمر کے لیے غیر متوقع نہیں تھی۔ پھر بھی وہ اذیت کے احساس کے ساتھ ہونٹ بھینچ گیا۔ اس کے آنسو اب احمر کے ہاتھوں کو بھگونے لگے تھے۔ تب اس نے ایک تحفظ آمیز احساس کی صورت بیین کو اپنے حصار میں لے لیا۔

”میں تمہیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں بی۔ کس قدر اٹوٹ اور مضبوط رشتہ ہے ہم دونوں کے درمیان۔ تم کوئی کھلونا تو نہیں کہ ذرا سی خراش آنے پر میں ایک طرف ڈال دوں۔ مگر تم نے تو میرا اعتبار ہی نہیں کیا۔ اکیلی ہی اتنا سب کچھ سہتی رہیں۔“

احمر کے غیر متزلزل مگر بہت بوجھل سے انداز نے اس کے اندر باہر ایک طوفان سا مچا دیا۔ وہ اونچی آواز میں رونے لگی تھی۔ اور وہ دانتوں پر دانت جمائے حلق میں پھنسے آنسوؤں کے گولے کو اندر اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔

یہ نقصان اتنی آسانی سے فراموش کیا جانے والا تو نہیں تھا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ آزمائش دینے والا حوصلہ بھی اتنا ہی بڑا عطا کرتا ہے۔ بہت جلد اس نے خود کو قابو کر لیا تھا۔

کتنی ہی دیر وہ روتی رہی اور وہ اس کے اندر کے غبار کے کم ہونے کا انتظار کرتا رہا تھا۔ اپنے لمس سے اسے اپنے ساتھ کا یقین دیتا رہا تھا۔ پھر اسے اپنے سامنے کر کے اس کے آنسوؤں کو اپنی انگلیوں کی پوروں پر سمیٹتے ہوئے اس نے بہت حوصلے سے کہا تھا۔

”یہ سب میرے لیے کچھ اہمیت نہیں رکھتا بی۔ ہاں ایک تکلیف کا احساس ضرور ہے مگر یقین کرو بی‘ زندگی وہ نہیں تھی جو گزری ہے بلکہ زندگی وہ ہوگی جو اب ہم گزاریں گے۔ ایک دوسرے پر مکمل یقین اور اعتماد کے ساتھ۔“

چہرے پر ضبط کی سرخی لیے وہ بے حد حوصلے سے اسے یقین دلا رہا تھا مگر نئی نئی اس چوٹ کی اذیت وہ جو نمی اس کی آنکھوں سے جھلک رہی تھی‘ وہ بیین سے مخفی نہیں تھی۔ وہ اپنی سسکیاں دباتی اس کے شانے سے آ لگی اور دل ہی دل میں خدا سے صبر و برداشت طلب کرتے ہوئے احمر کی آنکھ سے ٹپکنے والا آنسو اس کے سیاہ ریشمیں بالوں میں جذب ہو گیا۔ دونوں کی آنکھوں میں ایک ہی دکھ کی پرچھائیاں تھیں۔

مگر وہ دونوں جانتے تھے کہ واقعی زندگی وہی ہوگی جو اب وہ دونوں گزارنے والے تھے اور ان آنے والے دنوں میں خدائے بے نیاز نے یقیناً ان کے لیے بہت سی خوشیاں اور مسرتیں رکھ چھوڑی تھیں کیونکہ جو خدا کی آزمائش میں پورا اترے‘ اپنی عاجزی سے اسے مایوس نہ کرے‘ اسے خدائے بزرگ و برتر بھی کبھی مایوس نہیں کرتا۔

UrduPhoto.com